جملہ حقوق محفوظ

سلسلہ پیسہ لائبریری نمبر ۱۹

خزانوں کی کہانیاں

T.T.F LIBRARY
No:

مرتبہ

سید امتیاز علی تاج

سنہ ۱۹۴۶ء

دار الاشاعت پنجاب لاہور

قیمت

T.T.
No:

جملہ حقوق محفوظ

سلسلہ پیسہ لائبریری نمبر ۱۹

خزانوں کی کہانیاں

مرتبہ

سید امتیاز علی تاج

T.T.F LIBRARY
No:..........
Taj Tahir Foundation

سنہ ۱۹۴۶ء

دارالاشاعت پنجاب لاہور

بار دوم

قیمت [illegible]

Taj Tahir Foundation

دیباچہ

یہ کتاب پیسہ لائبریری کے سلسلہ کی اُنیسویں کتاب ہے ؟

پیسہ لائبریری کا سلسلہ دو خیالوں سے شروع کیا گیا ہے۔ ایک تو اس خیال سے کہ لڑکوں کو اپنے سکول کی کتابوں کے علاوہ دوسری اعلیٰ کتابیں برابر ملتی رہیں۔ اور دوسرے اس خیال سے کہ انہیں اپنے جیب خرچ کا کچھ حصّہ اپنے شوق کی کتابوں پر صرف کرنے کی عادت پڑے ؟

پہلی غرض کے لئے کوشش کی جائے گی۔ کہ اس سلسلے کی ایک کتاب ہر مہینے چھاپی جائے۔ اور اس میں ایسی دلچسپ کہانیاں درج کی جائیں۔ جن کی زبان پُر لطف اور پیاری ہو۔ تاکہ بچّے انہیں شوق سے پڑھیں۔ اور ان میں آگے چل کر اچھی کتابیں پڑھنے اور اُن سے لطف اُٹھانے کا شوق پیدا ہو ؟

دُوسری غرض کے لئے ضروری ہے۔ کہ بچّے ان کتابوں کو خریدنے کا بوجھ اپنے ماں باپ اور بزرگوں پر نہ ڈالیں۔ بلکہ جس

طرح اپنے جیب خرچ کے پیسے مٹھائی۔ پھل اور دل بہلاؤ کی دوسری چیزوں پر خرچ کرتے ہیں۔ اسی طرح کتابوں پر بھی خرچ کریں۔

اپنے جیب خرچ میں سے ایک پیسہ ہر روز بچا کر وہ اس سلسلے کی ایک نئی کتاب ہر مہینے حاصل کر سکتے ہیں۔ ایک پیسہ ہر روز بچانے سے مہینے کے آخر میں ان کے پاس ۷.۰ جمع ہو جائیں گے۔ ان ساڑھے سات آنوں کے وہ ڈاک کے ٹکٹ خرید لیں۔ ایک آنہ کا ٹکٹ لفافے پر لگا کر باقی ۶.۰ ہمیں بھیج دیں۔ ان ساڑھے چھ آنوں میں سے ۲ر تو یوں خرچ ہوں گے۔ کہ کتاب ٹکٹ لگا کر اور ڈاکخانے سے پوسٹل سرٹیفکیٹ لے کر انہیں بھیجی جائے گی۔ باقی ۴.۰ میں انہیں سَو صفحوں سے زیادہ کی کہانیوں کی ایک خوب صورت کتاب دی جایا کرے گی۔

ہمیں اُمید ہے۔ یہ سلسلہ لڑکے اور لڑکیوں میں بے حد مقبول ہوگا۔ اس کے متعلق سب ضروری باتیں وہ دفتر اخبار "پھول" سے پمفلٹ "پیسہ لائبریری" منگا کر معلوم کر سکتے ہیں۔

سید امتیاز علی تاج

Taj Tahir Foundation

کہانیوں کی فہرست

نمبر شمار	کہانی	صفحہ
۱	پُرانی حویلی	۷
۲	جنگل میں خزانہ	۵۱
۳	گم شدہ خزانہ	۶۴

Taj Tahir Foundation

نوٹ

کاغذ نایاب ہو جانے کے باعث پیسہ لائبریری کے سلسلہ کی نئی کتابیں ان دنوں نہیں چھپ رہیں۔ کاغذ کی کمی دور ہو جانے کے بعد پھر چھپنی شروع ہو جائیں گی۔ پہلی چھپی ہوئی چالیس کتابوں میں سے ہر ایک اب ۱۰ (دس) دفتر سے مل سکتی ہے۔

مہتمم دار الاشاعت پنجاب لاہور

Taj Tahir Foundation

پُرانی حویلی

(۱)

کاظم اور ہاشم اپنی خاندانی حویلی کے کمروں میں اُداس پھر رہے تھے۔ اگرچہ اب وہ شہر سے باہر کرائے کے ایک بنگلے میں رہتے تھے۔ لیکن اُن کا سارا بچپن اسی پُرانے مکان میں گُزرا تھا۔ حویلی کا ایک ایک حصّہ اُنہیں گزرے ہوئے زمانے کا کوئی دلچسپ واقعہ یاد دلا رہا تھا۔ جس کمرے میں جاتے۔ کوئی بات یاد آجانے سے بے اختیار اُن کے مُنہ سے آہ

Taj Tahir Foundation

نکل جاتی تھی ؛

کاظم نے کہا "ہاشم تمہیں یاد ہے۔ ایک بار تم اُچک کر اس کمرے کے دریچے میں چڑھ بیٹھے تھے۔ میں نے شرارت سے تمہاری دونوں ٹانگیں پکڑ کر کھینچ لیں۔ اور تم بھد سے نیچے آ پڑے تھے۔ تمہارے رونے کی آواز سُن کر اماں جان مرحُومہ یہاں آئی تھیں۔ اور میری شرارت پر مجھ سے ناراض ہو گئی تھیں"؟

ہاشم بولا "اور بھائی جان وہ بات بھی آپ کو یاد ہے۔ جس پر ایک روز اسی کمرے میں اماں جان بہت ہنسی تھیں۔ آپ مجھے ستانے کے لئے بڑے فخر سے کہہ رہے تھے۔ کہ میں تم سے بڑا ہوں" اور آخر تنگ آ کر میں نے جواب میں کہا تھا۔ آپ بڑے ہیں۔ اس لئے اب پُرانے ہو گئے ہیں۔ میں چھوٹا

ہوں۔ اس لئے ابھی بالکل نیا ہوں"۔

کاظم مسکرا پڑا "واقعی اس روز تو تمہاری اس بات پر امّاں جان اس قدر ہنسی تھیں۔ کہ آنکھوں میں آنسو بھر آئے تھے"۔

ہاشم نے آہ بھر کر کہا "اس حویلی کے ساتھ کیسی کیسی یادیں وابستہ ہیں۔ کاش ابّا جان اسے نہ بیچتے"۔

کاظم اداس ہو کر بولا "تو اپنی خوشی سے تھوڑا ہی بیچ رہے ہیں۔ مالی مشکلیں ایسی پیدا ہو گئی ہیں۔ کہ بیچنے کے سوا چارہ نہیں رہا"۔

(۲)

میرزا ناظم بیگ پنجاب کے خاندانی شرفا میں شمار ہوتے تھے۔ مُغلوں کے زمانے میں ان کے بزرگ حکومت کے مُعزز عہدوں پر سرفراز تھے۔ ان کی زمینداری اتنی بڑی تھی۔

Taj Tahir Foundation

جس کی آمدنی کسی چھوٹی موٹی ریاست سے کم نہ تھی۔ مگر حکومت کا نقشہ پلٹتے ہی عہدے چھن گئے۔ زمینیں ضبط ہو گئیں۔ بزرگوں کے وقت کے صرف وہ مکان قبضے میں رہ گئے۔ جو شہر میں موجود تھے۔ ان ہی مکانوں کے کرائے کی آمدنی سے خاندان کا گذر اوقات ہوتا تھا۔

میرزا ناظم بڑے منتظم اور سمجھدار آدمی تھے۔ باپ کے انتقال کے بعد جب انھوں نے جائداد سنبھالی تو سوچا۔ کہ مکان پرانے وقتوں کے ہیں۔ ان کے کرائے کی آمدنی بہت کم ہے۔ ہر سال مرمت پر خرچ بھی بہت زیادہ آ جاتا ہے۔ اور بغیر ہاتھ پاؤں ہلائے اور محنت کئے محض کرائے کے آسرے پر زندگی گزارنا کچھ اچھا بھی معلوم نہیں ہوتا۔ اس

Taj Tahir Foundation

لئے بہتر ہے۔ کہ مکان بیچ کر ان کی قیمت سے
کوئی معقول کاروبار شروع کیا جائے۔

چنانچہ ناظم بیگ نے اپنے رہنے کی ایک پرانی حویلی تو رکھ لی۔ اور باقی مکان بیچ کر جو روپیہ ملا۔ اُس سے چینی کے برتنوں کا کاروبار شروع کر دیا۔ مستعد اور سمجھدار آدمی تو تھے ہی کوشش اور محنت سے کاروبار خوب پھیلا لیا۔ تھوڑے ہی عرصے میں اُن کی آمدنی بہت زیادہ ہو گئی۔

لیکن آمدنی بڑھنے کے ساتھ ناظم بیگ نے اپنے اخراجات بھی بہت بڑھا لیے۔ شہر سے باہر ایک بڑی کوٹھی کرائے پر لے لی۔ موٹر خرید لیا۔ بہت سے نوکر چاکر رکھ لیے۔ اور بہت آرام و آسائش کی زندگی بسر کرنے لگے۔

آرام و آسائش کی زندگی نے انہیں کاہل کر دیا

Taj Tahir Foundation

سے غافل سا کر دیا۔ کاروبار کی یہ صورت ہے۔
کہ جب تک پوری کوشش۔ توجہ اور سرگرمی سے
کام لیا جائے خوب چمکتا ہے۔ جہاں غفلت
برتی۔ اور ضروری کام ملازموں پر چھوڑے۔
نقصان ہونا شروع ہو جاتا ہے ۔

چند سال کے بعد ایک بار ناظم بیگ کاروبار
کا حساب کتاب کرنے بیٹھے تو معلوم ہوا۔ کہ
بہت سی رقم بڑے بڑے گاہکوں کی طرف نکلتی
ہے۔ جو وصول نہیں ہوئی۔ بنک میں جو اپنا روپیہ
رکھوایا تھا۔ وہ ختم ہونے کے قریب ہے۔ جب
تک اور بہت سا روپیہ نہ لگایا جائے۔ کاروبار
کے سنبھلنے کی اُمّید نہیں ۔

اب تو ناظم بیگ کو اپنی غفلت اور بے پروائی
پر بہت افسوس ہوا۔ بار بار پچھتاوے کے
ساتھ دل میں کہتے۔ کہ ہائے میں نے کیوں

Taj Tahir Foundation

بے توجہی برتی۔ جس طرح پہلے ہر کام خود کرتا
یا اپنی ذاتی نگرانی میں کرواتا تھا۔ ویسے ہی
کیوں نہ کرتا رہا۔ لیکن اب پچھتائے کیا ہوت
جب چڑیاں چگ گئیں کھیت۔ اب تو کاروبار
سنبھلنے کی اُمید جبھی ہو سکتی تھی۔ اگر اس میں
لگانے کے لئے اور بہت سا روپیہ مل سکتا۔

ناظم بیگ نے بہت کوشش کی۔ کہ روپیہ
کہیں سے قرض مل جائے لیکن کسی جگہ بندوبست
نہ ہو سکا۔ مجبور ہو کر اس کے سوا چارہ نظر نہ
آیا۔ کہ شہر میں بزرگوں کے وقت کی اُن کی
جو حویلی موجود تھی۔ اُسے بیچ ڈالیں۔ اور اس
کی قیمت کا جو روپیہ ملے۔ اُسے کاروبار میں
لگائیں۔ یہ نہ کرتے تو کاروبار بند کرنا پڑتا۔ اور
اپنے اور بال بچوں کے گزارے کی کوئی صورت
باقی نہ رہتی۔

Taj Tahir Foundation

ناظم بیگ کی بیوی چند سال ہوئے اللہ کو پیاری ہو چکی تھیں۔ کاظم اور ہاشم ان کے دو بیٹے تھے۔ کاظم نویں جماعت میں پڑھتا تھا۔ اور ہاشم ساتویں جماعت میں۔ دونوں اگرچہ اب اپنے باپ کے ساتھ شہر سے باہر بنگلے میں رہتے تھے۔ لیکن ان کا بچپن ماں باپ کے ساتھ شہر کی پرانی حویلی میں گزرا تھا۔ اور دونوں کو اس حویلی سے بہت محبت تھی۔

یہ حویلی عرصہ سے خالی پڑی تھی۔ روپے پیسے والے لوگ آج کل شہر سے باہر کھلی ہوا میں رہنا پسند کرتے ہیں۔ معمولی حیثیت کے لوگ اتنی بڑی حویلی کو کرایہ پر لینے کی توفیق نہ رکھتے تھے۔ چنانچہ حویلی کرائے پر نہ چڑھ سکی تھی۔ بچوں کو جب اپنے ابّا جان کی زبانی معلوم ہوا۔ کہ مالی مشکلوں کی وجہ سے

وہ اس حویلی کو بیچ ڈالنے پر مجبور ہو گئے ہیں۔ اور ایک دلال کی معرفت گاہک بھی مل گیا ہے۔ جس سے سب بات چیت ہو چکی ہے۔ تو دونوں بہت اُداس ہو گئے۔ خود ناظم بیگ بہت اُداس تھے۔ حویلی اُن کے بزرگوں کے وقت کی تھی۔ جو باپ کے بعد بیٹے کے ہاتھ آتی رہی تھی۔ اسے بیچنے سے اُن کا دل بہت دُکھ رہا تھا مگر کیا کرتے مجبوری تھی۔ اور کسی صورت سے روپیہ ہاتھ آنے کی اُمید نہ تھی۔ چنانچہ بے بس ہو کر اُنھوں نے دل کڑا کر لیا تھا۔ اور حویلی بیچ رہے تھے۔

اسکول میں اُن دنوں بہار کی چھٹیاں تھیں۔ صبح کے وقت ابا جان تو دلال کے ساتھ اس غرض سے باہر گئے۔ کہ حویلی کے گاہک کو لے کر عدالت پہنچیں۔ اور حویلی کو

Taj Tahir Foundation

بیچنے کا قصّہ ختم کر آئیں۔ اور دونوں بچّے بائیسکلوں پر سوار ہو کر اِس خیال سے حویلی چلے گئے۔ کہ آخری بار ایک مرتبہ اُسے دیکھ لیں ۔

(۱۳)

کمروں میں پھرتے ہوئے کاظم نے کہا۔ "مجھے تو اس حویلی کے ایک ایک کمرے سے محبّت ہے۔ اور کمرے ہیں کیسے بڑے بڑے اور شان دار"۔

ہاشم بولا۔ مجھے تو یہ پُرانی وضع کے طاق بھی بہت اچھّے معلوم ہوتے ہیں۔ ان میں پھول دان یا سجاوٹ کی دوسری چیزیں رکھی جائیں تو کیسی بھلی نظر آتی ہیں۔ نئی وضع کے انگریزی مکانوں میں تو طاق رکھنے کا دستور ہی نہیں رہا"۔

Taj Tamir Foundation

کاظم نے کہا "اور ہماری اس حویلی کے طاق تو خاص طور سے بہت ہی خوب صورت ہیں۔ دیکھتے ہو۔ طاقوں کے اوپر انگور کے گچھے کس کاریگری اور خوش نمائی سے بنائے گئے ہیں"۔

ہاشم کمرے کے سب طاقوں پر نظر ڈال کر بولا۔ اس درمیان کے بڑے طاق پر جو انگوروں کا گچھا بنایا گیا ہے۔ یہ سب میں اچھا ہے۔ اگر اس پر نئے سرے سے رنگ کر دیا جائے۔ تو بالکل یہی معلوم ہو۔ کہ سچ مچ کے انگور ٹنگے ہوئے ہیں"۔

کاظم طاق کے قریب چلا گیا۔ بولا۔ "انگوروں کے پتّے اور شاخیں تک بڑی خوبی سے بنائی گئی ہیں۔ جب تک حویلی اپنی تھی۔ ہم نے کبھی اس کی خوبیوں پر غور ہی نہ کیا۔ آج یہ

Taj Tahir Foundation

ہاتھ سے نکل رہی ہے۔ تو ہمیں بنانے والوں کی کاری گری کا خیال آرہا ہے!"

انگوروں کے گچھے میں سے نچلا انگور ایک شاخ کے سہارے سب سے الگ لٹکتا ہوا نظر آرہا تھا۔ ہاشم بولا "بھائی جان کہو تو اس گچھے کے نچلے انگور کو توڑ لوں۔ اسے حویلی کی نشانی کے طور پر رکھوں گا"۔

کاظم نے کہا "توڑتے تو توڑ لو"۔

ہاشم نے اشتیاق سے بڑھ کر انگور کو انگوٹھے اور کلمے کی انگلی کے درمیان پکڑ لیا۔ اور زور لگا کر توڑنا چاہا۔ ہاشم کا خیال تھا۔ کہ شاخ بہت باریک ہے۔ انگور آسانی سے ٹوٹ جائے گا۔ لیکن توڑنا چاہا۔ تو معلوم ہوا۔ کہ شاخ کمزور نہیں بلکہ بہت مضبوط ہے۔

کاظم بولا "تم ہٹو۔ میں زور لگا کر توڑ دیتا

Taj Tahir Foundation

ہوں "۔

کاظم نے زیادہ زور جو لگایا۔ تو ٹوٹنے کی بجائے شاخ اچانک باہر کو کھنچ آئی۔ اور اس کے ساتھ ہی کمرے کے ایک طرف سے گڑگڑ کی سی آواز سنائی دی۔ آواز سنتے ہی کاظم نے شاخ ہاتھ سے چھوڑ دی۔ اور دونوں لڑکے جلدی سے مڑ کر اُدھر دیکھنے لگے۔ جدھر سے آواز آئی تھی۔ دیکھتے کیا ہیں۔ کہ کمرے کے کونے میں دیوار کا ایک حصّہ جس کے چاروں طرف پلستر سے ایک فریم سا بنا ہوا تھا۔ اپنی جگہ سے سرک گیا ہے۔ اور دیوار میں ایک راستہ سا بن گیا ہے!

دروازے پر نظر پڑتے ہی دونوں لڑکے ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے۔ یہ راستہ کیونکر بن گیا! وہ لوگ برسوں اس مکان میں رہے

تھے۔ مگر کسی کو علم نہ تھا۔ کہ دیوار میں اس جگہ کوئی راستہ بھی ہے۔ دونوں کھُلے ہوئے مُنہ سے اِس راستے کو تکنے لگے۔ کہ شاید اس کے اندر سے کوئی باہر آئے۔ مگر کوئی باہر نہ آیا۔ اچانک کاظم نے کہا۔ ''ارے اس راستے کا تعلّق انگور کی اس شاخ سے تو نہیں۔ اُدھر یہ شاخ کھنچ کر باہر آئی۔ اِدھر یہ راستہ بن گیا؟'' یہ کہہ کر اُس نے انگور کی شاخ کو دونوں ہاتھ سے پکڑ کر زور سے کھینچا۔ اور مڑ کر دروازے کی طرف دیکھا۔ شاخ زیادہ باہر کھنچ آئی۔ اور راستہ اَور بڑا ہو گیا!

(۴)

ہاشم بولا۔ ''سچ مچ بھائی جان اس راستے کا تعلق تو انگور کی اس شاخ ہی سے ہے!''

کاظم نے کہا۔ ''مگر یہ راستہ ہے کیسا!''

ہاشم بولا "میرے خیال میں تو ابّا جان کو بھی اس کا علم نہ ہوگا۔ نہ کبھی اس راستے کو کھلتے دیکھا۔ نہ کسی سے اس کا ذکر سُنا"۔

دونوں بچے بڑھ کر راستے کے سامنے جا کھڑے ہوئے۔ اندر اندھیرا تھا۔ کوئی چیز دکھائی نہ دے رہی تھی۔

کاظم بولا "اندر چل کر دیکھیں۔ یہ راستہ کہاں جاتا ہے؟"

ہاشم نے کہا۔ "مگر اندر تو اندھیرا ہے۔ کہیں کوئی سانپ بچھو وغیرہ نہ ہو۔ چل کر ابّا جان کو اس کا حال بتانا چاہیئے"۔

کاظم ذرا دیر سوچتا رہا۔ کہ کیا کرنا چاہیئے۔ پھر بولا "نہیں نہیں ابّا جان کو بتانے سے کیا حاصل۔ پہلے ہمیں خود اندر جاکر دیکھنا چاہیئے۔ کہ یہ راستہ ہے کیسا؟"

Taj Tahir Foundation

ہاشم نے کہا۔ ''مجھے اندھیرے میں جاتے ہوئے ڈر معلوم ہوتا ہے''۔

کاظم بولا۔ ''روشنی کا انتظام میں کیے لیتا ہوں۔ میری سائیکل میں گیس کا لمپ لگا ہے۔ کل شام سینما گیا تھا۔ تو لمپ لگا لیا تھا۔ پھر اُتارنے کا خیال نہ رہا۔ وہ لمپ جلائے لیتے ہیں۔ اس کی روشنی کافی تیز ہے۔ ہاشم اندر جانے سے گھبرا رہا تھا۔ مگر بھائی کو آمادہ دیکھ کر اُس نے بھی دل کڑا کر لیا۔ اور بولا۔ ''اچھی بات۔ بائیسکل کا لمپ لے آئیں''۔

دونوں بھاگے بھاگے باہر گئے۔ بائیسکل کا لمپ اُتارا۔ اندر جا کر جلایا۔ ذرا سی دیر میں گیس کے لمپ کی روشنی شوں شوں کرتی ہوئی تیز ہو گئی۔ راستے میں روشنی ڈالی تو معلوم ہُوا۔ کہ دیوار بہت کافی چوڑی چکلی ہے۔ اور پتھر

کے فرش کا یہ راستہ دیوار کے اندر ہی اندر ایک طرف کو چلا گیا ہے۔

دونوں لڑکے ہمّت کر کے دیوار میں داخل ہو گئے۔ مگر داخل ہوتے ہی ہاشم بولا۔ "اور بھائی جان اگر ہم اس راستے کے اندر ہوں۔ اور کوئی کمرے میں آ کر راستہ بند کر دے تو؟"

کاظم نے کہا۔ "تمہیں تو طرح طرح کے وہم ستاتے رہتے ہیں۔"

ہاشم بولا۔ "نہیں بھائی جان احتیاط اچھی ہوتی ہے۔ پہلے اس کمرے کے سب دروازوں کی چٹخنیاں لگا دینی چاہئیں۔ تاکہ ہمارے پیچھے اس کمرے میں کوئی داخل نہ ہو سکے۔"

دونوں بھائیوں نے سب دروازوں کی چٹخنیاں چڑھا دیں۔ اور پھر اللہ کا نام لے کر دیوار کے راستے میں داخل ہو گئے۔ لمپ کی

Taj Tahir Foundation

روشنی سامنے ڈالتے ہوئے اور پھونک پھونک کر قدم رکھتے ہوئے دونوں چپ چاپ آگے بڑھے۔ راستہ صاف ستھرا تھا۔ تمام راستے میں فرش سرخ پتھر کا لگا ہوا تھا۔ مگر ہوا مرطوب اور بدبودار سی تھی۔ چنانچہ دونوں لڑکے سانس کسی قدر مشکل سے لے رہے تھے۔

راستہ تھوڑی دور تک سیدھا چلا گیا۔ اس کے بعد روشنی سامنے ڈالی۔ تو دیکھا۔ کہ سامنے ایک بند دروازہ ہے۔ دروازہ کھولا تو دکھائی دیا۔ کہ سیڑھیاں نیچے اترتی ہیں۔ ہاشم بولا۔ "خدا جانے یہ سیڑھیاں کہاں جاتی ہیں۔ میرے خیال میں تو بھائی جان واپس ہی چلو۔ چل کر ابا جان کو بتاتے ہیں۔ وہ آ کر معلوم کر لیں گے کہ یہ پوشیدہ راستہ کہاں کو جاتا ہے"۔

کاظم نے کہا۔ "تم تو بہت ہی ڈرپوک ہو۔

آخر کیا ایسی بلا نظر پڑ گئی - جس سے تم سہمے جا رہے ہو؟"

ہاشم نے جواب میں کچھ نہ کہا - اور بڑے بھائی کے پیچھے پیچھے مجبوراً چپ چاپ سیڑھیاں اُترنے لگا + سیڑھیاں بارہ تھیں - ان کے آگے پھر ایک بند دروازہ تھا + کاظم نے یہ دروازہ بھی کھول لیا - دروازہ کھُلتے ہی لڑکوں کو ایسا معلوم ہوا - کہ اُن کے سانس میں تازہ ہوا جانے لگی!

(۵)

کاظم لمبا سانس لے کر بولا " ارے یہ تازہ ہوا کہاں سے آنے لگی!"

روشنی اِدھر اُدھر گھُمائی تو نظر آیا - کہ ایک چھوٹا سا کمرہ ہے - جس کی دیواروں اور فرش میں سُرخ پتھر لگا ہے - اور کمرے کی ایک

Taj Tahir Foundation

دیوار کے ساتھ پُرانے زمانہ کا ایک بہت بڑا صندُوق رکھا ہے ۔ مگر ہوا کا کوئی راستہ نظر نہ آیا ۔

صندوق پر نظر پڑتے ہی ہاشم بولا۔ "بھائی ہاں وہ صندوق!"

کاظم نے کہا۔ "صندوق تو مَیں نے دیکھ لیا۔ مگر سوال یہ ہے۔ کہ اس کمرے میں تازہ ہوا کہاں سے آرہی ہے؟"

کاظم نے روشنی کمرے کی سب دیواروں پر ڈالی۔ کمرہ ہر طرف سے بند تھا۔ کہیں کوئی کھڑکی یا دروازہ نہ تھا۔ آخر اُس نے روشنی کا رُخ چھت کی طرف کر دیا۔ چھت کے کنارے کنارے روشنی ڈال رہا تھا۔ کہ ایک جگہ جالی سی لگی ہوئی نظر آئی۔ جس میں سے باہر کی تھوڑی تھوڑی روشنی بھی اندر آرہی تھی ۔

Taj Tahir Foundation

کاظم نے روشنی اس جگہ پر روک دی۔ اور بولا۔"وہ دیکھتے ہو جالی۔ یہ ہوا اور ہلکی ہلکی روشنی اسی جالی میں سے اندر آ رہی ہے۔"

ہاشم بولا۔"مگر یہ جالی باہر سے تو کبھی نظر نہیں آئی۔ نہ جانے کہاں لگی ہوئی ہے۔"

ہاشم نے کہا۔ یوں سوچنا چاہیئے۔ کہ ہم دیوار میں کس رخ چل کر یہاں پہنچے ہیں۔"

کاظم بولا۔"جنوب کے رُخ۔"

ہاشم نے پوچھا۔"تو باہر جنوب کے رُخ کیا چیز ہے؟"

کاظم برابر سوچے جا رہا تھا۔ سوچتے سوچتے یک لخت بولا۔"میں سمجھ گیا۔ باہر جنوب کے رُخ حویلی کا کنواں ہے۔ یہ جالی کنوئیں کے اندر دیوار میں کسی جگہ لگی ہے۔ اسی لئے کبھی کسی کو اس کا خیال نہیں آیا۔"

Taj Tahir Foundation

ہاشم بولا "مگر کنؤاں تو ایک بار صاف بھی کرایا گیا تھا؟"

کاظم نے کہا "مزدور صفائی کرنے اُترے تھے۔ انہیں اپنے کام سے کام تھا۔ اپنی دُھن میں اُنہیں یہ خیال کہاں آسکتا تھا۔ کہ کنوؤیں کی دیوار کے اندر جو جالی ہے۔ اس کا خیال کریں۔ اور پتہ لگائیں۔ کہ یہ جالی کیوں لگی ہے۔ اور دُوسری طرف اس کا کس چیز سے تعلق ہے"۔

ہاشم نے پوچھا "مگر یہ ایسا پوشیدہ کمرہ بنایا کیوں گیا؟!"

کاظم نے کہا "پُرانے مکانوں میں گرمیوں کی دوپہر بسر کرنے کے لیئے تہ خانے بنائے جاتے تھے۔ بس تہ خانہ ہی ہوگا یہ!"

ہاشم بولا "مگر تہ خانے تو حویلی میں دوسری طرف موجود ہیں۔ اور ان کا راستہ بھی ایسی کاریگری

Taj Tahir Foundation

سے پوشیدہ نہیں رکھا گیا"۔

کاظم نے کہا۔ "نہ جانے اس کی کیا وجہ ہے۔ اور ہاں۔ یہ صندوق تو ہم نے کھول کر دیکھا ہی نہیں۔ آؤ اسے کھول کر دیکھیں۔ کہ اس میں کیا ہے"۔

(٦)

یہ کہہ کر کاظم صندوق کی طرف بڑھا۔ اور اس کی کنڈی کو پکڑ کر ڈھکنا اُٹھانا چاہا۔ مگر ڈھکنا بہت بھاری تھا۔ اُٹھ نہ سکا۔ آخر اُس نے لمپ ہاشم کے ہاتھ میں پکڑا دیا۔ اور دونوں ہاتھوں سے زور لگا کر صندوق کا ڈھکنا اُٹھا دیا۔

دیکھا تو صندوق میں پُرانے زمانے کے بہت پُر تکلّف کپڑے رکھّے تھے۔ مخمل اور ریشم کے کپڑے جن پر سنہری رو پہلی کام بہت تکلّف کا بنا ہوا تھا۔ کاظم نے ایک کپڑا باہر نکالا۔ تو معلوم

Taj Tahir Foundation

ہوا چغہ ہے۔ اس کے کناروں اور پیٹھ اور آستینوں پر کارچوبی کا بہت خوش نما کام بنا ہوا تھا۔ کاظم بولا "معلوم ہوتا ہے۔ یہ قیمتی کپڑے ہمارے بزرگوں کے ہیں۔ جو مغلوں کے زمانے میں بڑے بڑے عہدوں پر مقرر تھے۔ مگر اُفوہ کس قدر بھاری ہے یہ چغہ۔ نہ جانے وہ لوگ اتنے بوجھل کپڑے پہن کیونکر لیتے تھے"۔

ہاشم بولا "بھائی جان یہ صندوق یہاں سے اٹھوا کر بنگلہ لے چلنا چاہیئے۔ کبھی اسکول میں ڈراما ہوا۔ تو یہ لباس اس میں بہت کام آئیں گے"۔

کاظم نے چند اور کپڑے نکال کر دیکھے۔ سب پر بہت بھاری کام بنا ہوا تھا۔ اگرچہ بہت زیادہ مدت گزر جانے کی وجہ سے کام میں چمک دمک نہ رہی تھی۔ لیکن پھر بھی دیکھنے میں کام بہت خوش نما معلوم ہو رہا تھا۔

کپڑے نکالتے نکالتے کاظم بولا۔ ارے۔ ان کے نیچے تو کوئی سخت سی چیز ہے۔ میرے خیال میں کوئی صندوقچہ ہے"۔

سب کپڑے ہٹا کر دیکھے۔ تو واقعی اُن کے نیچے ایک صندوقچہ تھا۔ کاظم نے اس صندوقچے کو باہر نکالنا چاہا۔ لیکن وہ اتنا بوجھل تھا۔ کہ کسی طرح کاظم سے باہر نہ نکل سکا۔ آخر ہاشم نے لمپ ایک طاق میں رکھ دیا۔ اور دونوں بھائیوں نے مل کر زور لگایا۔ اور صندوقچہ باہر نکال لیا۔ یہ صندوقچہ لوہے کا تھا۔ اور اُس کے کونوں پر پیتل کی پتریاں لگی ہوئی تھیں۔

ہاشم ہانپتا ہوا بولا "توبہ توبہ۔ کس قدر بھاری ہے یہ صندوقچہ۔ نہ جانے اس کے اندر کیا ہے!"

ڈھکنا اُٹھایا۔ تو دونوں بھائیوں کے مُنہ سے حیرانی کی ہلکی سی چیخ نکل گئی۔ کیا دیکھتے ہیں۔ کہ

Taj Tahir Foundation

صندوقچہ سونے کی مہروں سے بھرا ہوا ہے۔ اور
اُن کے اُوپر فارسی میں لکھا ہوا یہ رقعہ رکھا ہے:۔
"مصیبت کے وقت میری اولاد کے
کام آنے کے لئے"۔

علی قلی بیگ

کاظم بولا۔ "اُفوہ ہاشم۔ اس صندوقچے میں تو
خزانہ موجود ہے!"

حیرانی اور خوشی کے مارے ہاشم کی یہ حالت
تھی۔ کہ مُنہ سے بات نہ نکلتی تھی۔ کاظم خوشی
سے بے تاب ہو کر بولا۔ "ارے بھیّے تقدیر
کھُل گئی!"

بے اختیار ہاشم کے مُنہ سے نِکلا۔ اللہ کرے
جیتے رہیں یہ علی قلی بیگ۔ جنہوں نے اتنی بہت
اشرفیاں ہمیں بخش دیں"۔

کاظم قہقہہ لگا کر ہنس پڑا۔ یہ جیتے رہیں کی

Taj Tahir Foundation

بھی ایک ہی کہی۔ عقلمند یوں کہو۔ کہ اللہ انہیں جنت نصیب کرے۔ جنہوں نے ہمارے لئے اتنی بہت دولت پیچھے چھوڑی"۔

کاظم اور ہاشم دونوں اشرفیوں کو اٹھا اٹھا کر دیکھنے لگے۔ ان پر مغل بادشاہ فرخ سیر کا نام اور ۱۷۱۳ء درج تھا۔ ہاشم بولا۔ "اُفوہ! تین سو برس پرانی اشرفیاں ہیں یہ! مگر بھائی جان یہ اشرفیاں ہیں مغلوں کے وقت کی۔ اور اب ہے انگریزوں کا کام۔ اب یہ کس کام آسکیں گی؟"

کاظم نے کہا "کیوں کام کیوں نہ آئیں۔ سونا نہیں یہ؟"

ہاشم خوشی سے ہاتھ مل کر بولا "آہا۔ جب تو ہم بہت امیر بن جائیں گے"۔

کاظم نے کہا۔ "تو یہ خفیہ جگہ اس خزانے

Taj Tahir Foundation

ہی کو چھپانے کے لئے بنائی گئی تھی"۔

ہاشم بولا۔"یہ پرانے زمانے کے لوگ کیسے اچھے تھے۔ اور انہیں اپنی اولاد کا کتنا زیادہ خیال تھا۔ کہ اتنی بہت دولت جمع کر کے یوں چھوڑ گئے"۔

کاظم نے کہا۔"مگر یہ صندوق اندر سے تو ختم ہو گیا۔ اور باہر سے بہت زیادہ گہرا معلوم ہوتا ہے۔ ہاشم نے صندوق کے اندر اور باہر نظر ڈال کر کہا۔"ہاں یہ بات تو واقعی عجیب ہے"۔

کاظم کچھ دیر صندوق کا معائنہ کرتا رہا۔ پھر بولا۔"مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے۔ اس صندوق کی دو منزلیں ہیں۔ مگر نچلی منزل کے کھولنے کا طریقہ نہ معلوم کیا ہے۔ بیچ کی چادر تو کسی طرح اپنی جگہ سے ہلتی نہیں"۔

لڑکے صندوق کے اندر باہر روشنی ڈال کر

Taj Tahir Foundation

دیکھ رہے تھے۔ کہ صندوق کے ایک طرف انہیں ایک بٹن سا نظر آیا۔ اُسے دبانے کی دیر تھی۔ کہ صندوق کی نچلی منزل سے اچانک ایک دراز باہر نکل آئی۔ اس پر روشنی پڑتی تھی کہ چکا چوند کا عالم پیدا ہو گیا۔ دراز ہیرے جواہرات اور زیوروں سے بھری ہوئی تھی۔ جگ مگ کرتے ہیروں اور موتیوں کے گلوبند۔ مالائیں۔ بازوبند۔ پہنچیاں۔ انگوٹھیاں غرض کہ بیش قیمت زیوروں کا انبار لگا ہوا تھا۔ ان سب چیزوں کے اُوپر بھی فارسی کا ایک رُقعہ رکھا ہوا تھا:۔

مصیبت کے وقت میری اولاد کے
کام آنے کے لئے ہے

ماہ خانم

حیرانی کے مارے لڑکوں کے منہ کھلے کے

کھلے رہ گئے۔ بہت دیر کے بعد کاظم کے مُنہ سے نکلا "میرے اللہ۔ اتنے بہت ہیرے جواہرات اور زیور!"

ہاشم پھٹی پھٹی آنکھوں سے کاظم کو دیکھ کر بولا۔ "سب سچے ہیں نا بھائی جان؟"

کاظم نے ہاشم پر نظر ڈالی۔ "احمق کہیں کا سچے نہ ہوتے تو یہاں یوں چھپا کر رکھے جاتے؟"

(۷)

اتنا بڑا خزانہ پا کر لڑکے ذرا سی دیر کو کھوئے سے گئے۔ سمجھ میں نہ آتا تھا۔ کہ کیا کریں۔ آخر ہاشم بولا۔ "ابّا جان کو اس خزانے کے ملنے کا حال ہو گا۔ تو اُنہیں کس قدر خوشی ہو گی!"

ابّا جان کا نام سُنتے ہی کاظم چونک سا پڑا۔ بولا "ارے اُن کو تو فوراً اس کی خبر پہنچانی

چاہیئے۔ وہ حویلی کہیں بیچ نہ ڈالیں۔ اب حویلی کو بیچنے کی ضرورت نہیں رہی۔ ہمارے پاس اتنی دولت ہے۔ کہ ایسی اَور سینکڑوں حویلیاں خرید سکتے ہیں"۔

دونوں لڑکے یک لخت کھڑے ہو گئے۔ ہاشم بولا۔"فوراً ان کے پاس پہنچنا چاہیئے۔ حویلی کہیں بِک ہی نہ گئی ہو"۔

یہ خیال آتے ہی دونوں راستے کی طرف لپکے۔ اور ذرا سی دیر میں حویلی کے اس کمرے میں آن پہنچے۔ جس کی دیوار میں پوشیدہ راستہ معلوم ہوا تھا۔ جوش اور بے قراری کے مارے دونوں کا سانس پھُولا ہوا تھا۔

دونوں دروازے کی چٹخنی کھول باہر لپکے۔ پھر یک لخت کاظم نے رُک کر کہا۔"اور یہاں کا خزانہ تو ہمارے پیچھے کھُلا ہی پڑا رہے گا"۔

Taj Tahir Foundation

ہاشم بولا۔ "باہر تالا جو ڈال جائیں گے"۔

کاظم نے کہا۔ "زیادہ اطمینان تو جب ہوتا اگر یہ پوشیدہ راستہ کسی طرح بند ہو سکتا"۔

ہاشم بولا۔ "آؤ تلاش کریں۔ شاید راستہ بند کرنے کا طریقہ بھی معلوم ہو جائے"۔

کاظم نے سر ہلا کر کہا۔ "نہیں اس کا موقع اس وقت نہیں۔ مجھے ڈر ہے۔ اتنی دیر میں وہاں حویلی کے بکنے کی تحریر نہ ہو چکے۔ بہتر ہوتا۔ تم یہاں ٹھہر جاتے۔ اور میں عدالت میں جا کر ابا جان کو فوراً یہاں لے آتا"۔

ہاشم نے سر ہلا کر کہا۔ "نہیں بھائی جان میں بھی ساتھ چلوں گا"۔

دروازے کو تالا لگا دونوں بائیسکلوں پر سوار ہوئے۔ اور پورے زور سے پیڈل مارتے ہوئے عدالت کی طرف روانہ ہو گئے۔

Taj Tahir Foundation

(۸)

عدالت کے صحن میں پہنچے۔ تو وہاں لوگوں کا ہجوم تھا۔ ہر کمرے میں مقدمہ والوں کی بھیڑ لگی تھی۔ معلوم نہ تھا۔ کہ رجسٹرار کا دفتر کہاں ہے۔ کوئی ادھر بتا دیتا تھا۔ کوئی اُدھر۔ بڑی فکر یہ تھی۔ کہ وہاں پہنچتے پہنچتے حویلی کے بکنے کی تحریر نہ ہوچکے۔ پریشانی میں مارے مارے پھر رہے تھے۔ کہ اتفاق سے ابّا جان کے ایک دوست مل گئے۔ دونوں لڑکوں نے دونوں طرف سے اُنہیں پکڑ لیا۔ اور بولے "خدا کے لئے ہمیں فوراً ہمارے ابّا جان کے پاس پہنچا دیجئے۔ وہ رجسٹرار کے دفتر میں ہیں۔ اور اپنی شہر والی حویلی بیچنے کے لئے آئے ہوئے ہیں"۔

لڑکوں کی اس بے قراری اور پریشانی پر

Taj Tahir Foundation

ابّا جان کے دوست بہت حیران ہوئے۔ پوچھا۔ "کیا بات ہے جو اتنے گھبرائے ہوئے ہو؟"

کاظم بولا۔ "یہ اس وقت نہ پوچھئے۔ کوئی ایسی ہی بات ہے۔ ہمیں فوراً ہمارے ابا جان کے پاس پہنچا دیجئے"۔

ابّا جان کے دوست نے لڑکوں کو حسب ارادہ کمرے پر پہنچا دیا۔ کاظم نے کہا۔ "اب ابّا جان کو باہر بھی بلا دیجئے"۔

دوست بولے۔ "تم خود اندر چلے جاؤ۔ اندر جانا منع نہیں ہے"۔

یہ سن کر کاظم اور ہاشم دونوں اندر لپکے۔ ایسے گھبرائے ہوئے تھے۔ کہ اپنے ابّا جان کے دوست کی اس مہربانی کا شکریہ بھی ادا نہ کیا۔ اندر پہنچے۔ تو دیکھا۔ کہ ابّا جان قلم ہاتھ میں لئے حویلی کی فروخت کے کاغذ پر دستخط کرنے کو ہیں۔

Taj Tahir Foundation

ہاشم دروازے ہی میں سے پکارا۔ "ابّا جان!"

باپ نے مُڑ کر بچّوں کو دیکھا۔ بچّوں نے جاتے ہی اُنھیں پکڑ لیا۔ اور گھسیٹتے ہوئے باہر لے چلے۔ باپ بچّوں کی اس حرکت پر گھبرا سا گیا۔ بہتیرا پُوچھا۔ کہ "کیا ہے۔ کیا ہے؟ کچھ بتاؤ تو بات کیا ہوئی؟" مگر بچّوں نے وہاں کچھ جواب نہ دیا۔ کمرے سے باہر لا کر بولے "حویلی نہ بیچئے۔ ہرگز نہ بیچئے۔ ہمیں حویلی میں خزانہ مل گیا ہے"۔

باپ حیران پریشان ہو کر بچّوں کا مُنہ دیکھنے لگا۔ "خزانہ! وہ کیسا؟"

ہاشم نے بے تاب ہو کر کہا۔ "ابّا جان۔ میں اصل میں انگور کا گُچھّا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔"

کاظم بولا۔ "ہاشم سے انگور ٹوٹتا نہ تھا۔ میں نے کہا۔ میں توڑتا ہوں۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔"

Taj Tahir Foundation

ہاشم نے بات کاٹی۔ "مگر نشانی کے طور پہ انگور توڑنے کا خیال مجھے ہی۔۔۔۔"

کاظم نے فوراً کہا۔ "مگر میں نے جو انگور کو کھینچا۔ تو اُس کی شاخ۔۔۔۔"

باپ گھبرا گیا "ارے کیا دماغ پھر گیا ہے تم دونوں کا۔ خزانے میں یہ انگور کا قصہ کیا لے بیٹھے تم!"

ہاشم نے کہا "آپ ہمارے ساتھ چلیے"

کاظم بولا "بس حویلی بیچنے کا ارادہ چھوڑیے اور فوراً یہاں سے اجازت لیجئے"

باپ نے پریشان ہو کر پوچھا۔ "مگر خزانے کی کیا بات کہہ رہے تھے تم؟"

کاظم نے کہا۔ "حویلی کے ایک تہ خانے میں ہمیں ایک صندوق ملا ہے"

ہاشم ہانپتا ہوا بولا۔ "اشرفیوں اور ہیروں

اور زیوروں سے بھرا ہوا"۔

یہ سُن کر باپ کی آنکھیں زیادہ کُھل گئیں۔ بے اختیار اس کے مُنہ سے نکلا "مل گیا؟ سچ مچ؟"

کاظم نے حیران ہو کر پوچھا "کیا آپ کو معلوم تھا۔ کہ حویلی میں خزانے کا کوئی صندوق رکھا ہے"؟

باپ نے اشتیاق سے بلا کر کہا "معلوم کیوں نہ ہوتا۔ میں برسوں اسے تلاش کرتا رہا ہوں"۔

باپ فوراً اندر گیا۔ حویلی کے گاہک اور رجسٹرار سے معافی مانگی۔ کہ حویلی کا سودا میں اس وقت نہ کر سکوں گا۔ اور بچّوں کے ساتھ اسی وقت حویلی کو روانہ ہو گیا۔

Taj Tahir Foundation

(۹)

حویلی میں پہنچ کر باپ نے خزانہ دیکھا۔ تو بھونچکا رہ گیا۔ لڑکوں کو تو خزانے کی قیمت کا ٹھیک اندازہ نہ تھا۔ باپ نے اُسے دیکھا تو اُس کی قیمت کا خیال کر کے اس کی خوشی کا کچھ ٹھکانا نہ رہا۔ کبھی اشرفیوں کو اُٹھا اُٹھا کر دیکھتا کبھی زیوروں اور جواہرات کو۔ بہت دیر کے بعد کہیں حواس بجا ہوئے۔ اور اُس نے بچوں سے پوچھا۔ "مگر اچانک یہ خزانہ تمہیں ملا کیسے؟"

خزانہ ملنے کا حال سُناتے وقت بچوں کی عجیب کیفیت تھی۔ کاظم ایک فقرہ نہ بولنے پاتا۔ کہ ہاشم اس کی بات کاٹتا۔ اور ہاشم ایک فقرہ نہ بولنے پاتا۔ کہ کاظم اس کی بات کاٹ دیتا تھا۔ بہت دیر کے بعد باپ کو معلوم ہو سکا۔ کہ

Taj Tahir Foundation

خزانے کا راستہ کیسے دریافت ہوا۔ اسی وقت باپ بچوں کے ساتھ اُس کمرے میں پہنچا۔ جس کی دیوار میں سے راستہ معلوم ہوا تھا۔ دیر تک اس انگور کو غور سے دیکھتا رہا۔ جسے کھینچنے پر دیوار میں دروازہ کُھل گیا تھا۔ بہت دیر کے مطالعہ کے بعد معلوم ہوا۔ کہ اسی گچھے میں جو انگور سب سے اُوپر ہے۔ اُسے کھینچنے سے دیوار کا دروازہ بند ہو جاتا ہے۔

پوشیدہ دروازہ کُھلنے اور بند ہونے کی کیفیت معلوم کر کے باپ نے ماتھے پر سے پسینہ پونچھا اور بولا۔ "اس خزانے کی تلاش میں میں نہ جانے مکان کے کس کس کمرے کے فرش اکھڑوا تا رہا ہوں۔ مجھے کیا معلوم تھا۔ کہ پوشیدہ خزانے تک پہنچنے کی ترکیب اس انگور کے گچھے میں ہے۔ جو بالکل آنکھوں کے سامنے ہے۔"

Taj Tahir Foundation

ہاشم نے اشتیاق سے پوچھا۔ آپ کو کیونکر معلوم ہوا۔ کہ اس حویلی میں کسی جگہ خزانہ چھپا ہوا ہے؟

باپ بولا۔" یہ حویلی ہمارے جدِّ امجد علی قلی خان نے بنوائی تھی۔ وہ بہت دولت مند شخص تھے۔ اُنہوں نے اور اُن کی بیگم ماہ خانم نے اپنی اولاد کے لئے اس تہ خانے میں یہ خزانہ رکھ دیا تھا۔ اُن کی زبانی خزانے کے راستے کا حال اُن کے بیٹے کو معلوم ہوا۔ اُن کے بیٹے نے مرنے سے پہلے اپنے بیٹے کو بتا دیا۔ یوں ہی اس کا حال آگے باپ سے بیٹے کو معلوم ہوتا رہا۔ لیکن چونکہ خدا کے فضل سے سب کے سب خوش حال لوگ تھے۔ اس لئے کسی کو اس خزانے سے کوئی چیز نکالنے کی ضرورت نہ پڑی۔ میرے دادا غدر کے زمانے میں اچانک

کسی کے ہاتھ سے مارے گئے۔ اور مرنے سے پہلے میرے والد کو خزانے کے راستے کا راز نہ بتا سکے۔ میرے والد کو بعض پرانے نوکروں سے اتنا ضرور معلوم ہوا۔ کہ بزرگوں نے اس حویلی میں خزانہ کہیں چھپا رکھا ہے۔ لیکن باوجود بیحد تلاش کے خزانے کا سُراغ وہ نہ لگا سکے۔ ان ہی کی زبانی مجھے خزانہ کا حال معلوم ہوا۔ چنانچہ میں نے بھی بہت مدت تک اس کو تلاش کرنے کی کوشش کی۔ مگر اس کا سُراغ نہ نکال سکا۔ آخر یہ سمجھ لیا۔ کہ یوں ہی کسی پرانے ملازم نے والد سے گپ چھوڑ دی ہے۔ ورنہ خزانہ حویلی میں موجود نہیں ہے۔"

کاظم یہ قصہ سُن کر بولا "آپ نے ہم سے اس خزانے کا ذکر کبھی کیوں نہ کیا؟"

باپ نے کہا "اوّل تو جن دنوں میں یہ

Taj Tahir Foundation

خزانہ تلاش کیا کرتا تھا۔ تم بچے تھے۔ اور دوسرے مجھے یقین ہو گیا تھا۔ کہ خزانہ حویلی میں ہے نہیں۔ پھر میں یہ بھی سمجھتا تھا۔ کہ تم سے خزانہ کا ذکر کیا۔ تو تمہیں ہر وقت اس کے تلاش کرنے کا خیال پریشان کرتا رہے گا۔ اور جس طرح اس کی تلاش میں میرا وقت ضائع ہوتا رہا۔ تمہارا وقت بھی ضائع ہوا کرے گا۔ اس لئے میں نے تو خزانے کا حال دل سے نکال ڈالا تھا"

ہاشم ہنس کر بولا "واہ ابا جان۔ کبھی مجھ سے آپ اس خزانے کا ذکر کر دیتے۔ تو میں فی الفور آپ کو یہ انگور کھینچنے کے لئے کہہ دیتا"

کاظم چڑ کر بولا "ان کے کھینچنے سے انگور ٹس سے مس تو ہوا نہیں۔ خزانے کا پتہ یہ نکال دیتے"

باپ نے دونوں بچوں کو گلے سے لگا لیا۔ اور بولا "اس میں بگڑنے اور لڑنے کی کوئی بات

نہیں۔ یہ خزانہ تم دونوں نے تلاش کیا ہے۔
مَیں اِس خزانے کا بہت ہی ذرا سا حصّہ اپنا
کاروبار سنبھالنے کے لئے قرض لوں گا۔ اور
انشاءاللہ اپنے کاروبار کو بہت محنت سے
سنبھال کر خزانے کا روپیہ پھر اسی خزانے
میں ڈال دوں گا۔"

بچّے بولے۔ "ابّا جان ہم بھی اس خزانے
کے روپے کو اپنے لئے کبھی نہ نکالیں گے۔
بلکہ جس طرح ہمارے بزرگ اسے ہمارے
لئے چھوڑ گئے۔ اسی طرح ہم بھی اسے جُوں کا
تُوں اگلی نسلوں کے لئے چھوڑ دیں گے۔"

باپ نے کہا۔ "نہیں بیٹا۔ اس خزانے کا
ایک خرچ اس سے بھی زیادہ اچھّا ہے۔ محض
اتنے اطمینان کے لئے کہ ہماری اولاد کبھی کسی
کی محتاج نہ ہونے پائے۔ اتنا روپیہ بے کار

Taj Tahir Foundation

پڑا رہنے دینا کچھ اچھی بات نہیں۔ اس خزانے کو دنیا کے فائدے کے لئے اچھے اچھے خیراتی کاموں میں اٹھانا سب سے اچھی اور مناسب بات ہے۔"

Taj Tahir Foundation

جنگل میں خزانہ

(۱)

اب کشتی سمندر میں جنگل کے کنارے کنارے جا رہی تھی۔ جس شخص کے ہاتھ میں چپو تھا۔ بولا "خزانہ اسی جنگل میں کسی جگہ دفن ہے"۔

دوسرا شخص کشتی کے دوسرے سرے پر ایک بوسیدہ نقشہ گھٹنوں پر پھیلائے بیٹھا تھا۔ بولا "یونس۔ ادھر آنا نقشے پر ذرا مل کر غور کریں"۔

نقشے کو دیکھ کر دونوں آہستہ آہستہ باتیں کرنے لگے۔ نقشے کا کاغذ بہت پرانا ہونے

Taj Tahir Foundation

کی وجہ سے پیلا پڑ گیا تھا۔ نقشہ کئی جگہ سے پھٹا ہوا بھی تھا۔ ایک دوسرے کاغذ پر اس کے ٹکڑے جوڑ کر اسے مکمل کیا گیا تھا۔

ایونس نے اِرد گرد نظر ڈال کر کہا "یہی جگہ ہے۔ جہاں سمندر کے کنارے کی وہی شکل ہو گئی ہے۔ جو اس نقشے میں ظاہر کی گئی ہے۔ لیکن میرا تو پیاس کے مارے بُرا حال ہو رہا ہے"۔

دوسرا آدمی بولا "خزانے تک پہنچتے پہنچتے ایک رات اَور گزر جائے گی"۔

ایونس نے کہا "غالباً۔ مگر ہوگر اب کشتی تم چلاؤ۔ میں بہت تھک گیا ہوں"۔

ہوگر نے نقشہ تہ کر کے اپنی جیب میں رکھ لیا۔ اور چپّو ایونس کے ہاتھ سے لے کر کشتی خود چلانے لگا۔ اس وقت آسمان آگ

کی بھٹی کی طرح تپ رہا تھا۔ اور کنارے کے گھنے جنگل میں ہر طرف موت کی سی خاموشی چھائی ہوئی تھی ۔

یہ دونوں شخص خزانے کے قریب تو آن پہنچے تھے۔ لیکن اس وقت اُن کے دلوں میں کوئی اُمنگ نہیں تھی۔ کیونکر ہوتی؟ رات بھر کشتی چلاکر تکان سے چُور چُور ہو رہے تھے۔ اور ابھی پہاڑ سی ایک اَور رات کشتی ہی میں کاٹنی تھی ۔

ہوکر کی حالت زیادہ خراب تھی۔ ایونس نے اُسے ہمّت دلانے کو کہا "دوست حوصلہ کرو۔ کل سونے کی وہ سلاخیں ہمارے قبضے میں ہوں گی۔ جن کا ذکر چینی نے ہم سے کیا تھا" ۔

Taj Tahir Foundation

(۲)

اِن دونوں ساتھیوں کو مصیبت کی ایک اور رات اس خوف ناک جنگل کے کنارے گزارنی پڑی۔ تمام رات ڈراؤنے خواب انہیں بے چین کرتے رہے۔ صُبح کو آنکھ کھُلتے ہی اُنہوں نے کشتی بڑی تیزی کے ساتھ چلانی شروع کردی۔

دُور اُن کو ایک دریا نظر آیا۔ ہوگن نے بے قرار ہوکر ایونس سے کہا۔ "جلدی کرو بھائی جلدی۔ نہیں تو مَیں سمندر کا کھاری پانی ہی پی لُوں گا۔ مَیں پیاس سے مرا جا رہا ہوں۔"

ایونس نے بہت تیزی سے کشتی کو چلایا۔ آخر کار وہ دریا کے دہانے پر پہنچ گئے۔ ہوگن نے اپنے دونوں ہاتھ ملا کر دریا سے پانی لیا۔ اور مُنہ کو لگایا۔ دونوں شخص دیر تک یوں ہی

Taj Tahir Foundation

پانی پیتے رہے۔ سیری نہ ہوئی۔ تو کشتی کا کنارا
تھام کر منہ دریا سے لگا دیا۔ خدا خدا کر کے
اُن کی پیاس بجھی۔

حواس بجا ہوئے۔ تو اُنھوں نے کشتی کو گھنے
جنگل کے دریا میں چلانا شروع کر دیا۔ پرانے
درختوں کی بڑی بڑی ٹہنیوں کے نیچے اُن
کی کشتی چلی جا رہی تھی۔ نقشے کو دیکھتے ہوئے
دوپہر کے قریب یہ اپنی منزل پر پہنچ گئے۔

(۳)

کشتی کنارے سے باندھ کر اُنھوں نے
پھاوڑے سنبھال لئے۔ اور جنگل کے اندر گھس
گئے۔

تھوڑی دور چل کر ہوگر نے کہا۔ "جس جگہ
خزانہ ہے۔ وہاں پتھروں کا ایک انبار لگا ہوا
ہے۔" چنانچہ پتھروں کے انبار کی تلاش میں

دونوں اِدھر اُدھر پھرنے لگے ؎

یکایک ایونس کی نظر کسی چیز پر پڑی۔ اور وہ تھم گیا۔ بولا" یہ کیا بلا ہے ؟"

ہوگر نے بھی اس طرف دیکھا۔ کہا" کوئی نیلی نیلی چیز نظر آتی ہے"۔

جلد جلد قدم اُٹھاتے ہوئے وہ اُس کی طرف بڑھے، قریب پہنچے۔ تو دیکھا۔ کہ ایک لاش ہے۔ اور لباس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ لاش کسی چینی کی ہے ؎

دونوں چُپ چاپ کھڑے دیر تک لاش کو دیکھتے رہے، لاش کے قریب ہی ایک پھاوڑا پڑا تھا۔ اور ایک گڑھا کھدا ہُوا تھا۔ ہوگر نے کہا" ہم سے پہلے بھی لوگ یہاں آتے رہے ہیں"۔

ایونس بولا" لیکن یہ چینی مرا کیونکر ؟"

Taj Tahir Foundation

ہوکر نے کہا "جس شخص نے اس چینی کا کام کیا۔ کہیں وہ خزانہ بھی نہ لے گیا ہو"۔

آیونس فوراً گڑھے کی طرف بڑھا۔ گڑھے میں جھانکا۔ تو چلّا کر کہا "ارے ابھی کچھ نہیں گیا۔ خزانہ یہاں موجود ہے"۔

(۴)

آیونس نے گڑھے میں اُتر کر مٹّی ہٹائی۔ تو سونے کی زرد زرد سلاخیں زیادہ صاف نظر آنے لگیں۔ آیونس نے ایک شاخ گڑھے میں سے نکالی۔ لیکن اسے چھوتے ہی کانٹے کی طرح کوئی باریک چیز اُس کی اُنگلی میں چبھ گئی۔ ایونس نے اُسے اُنگلی سے نکال کر پھینک دیا۔

ہوکر ابھی تک کھڑا چینی کی نعش کو تاک رہا تھا۔ بولا "تو شاید کسی زہریلے سانپ نے اس چینی کو ڈس لیا ہوگا"۔ یہ کہہ کر وہ فکرمندی

Taj Tahir Foundation

سے چاروں طرف دیکھنے لگا۔ کہ آس پاس کوئی سانپ اب بھی موجود نہ ہو۔

دوسری طرف اینوس سونے کی سلاخیں ہاتھ میں لئے کھڑا تھا۔ خوشی کے مارے اس کا چہرہ تمتما رہا تھا۔ اُس نے پکار کر ہوگر سے کہا۔ "وہاں کھڑے کیا کر رہے ہو۔ ادھر آؤ۔ یہاں اتنا بہت سونا ہے۔ کہ اس کا بوجھ ہماری کشتی نہ سہار سکے گی"۔

یہ کہہ کر اُس نے اپنا کوٹ اُتار زمین پر بچھا دیا۔ اور سونے کی سلاخیں اس پر رکھنی شروع کر دیں۔ ایک کانٹا اُس کے دُوسرے ہاتھ کی اُنگلی میں چُبھا۔ جسے اُس نے نکال ڈالا۔ اور پُکار کر ہوگر سے کہا۔ "میرا خیال ہے۔ اس سے زیادہ بوجھ ہم اس وقت ساتھ نہ لے جاسکیں گے"۔

ہوگر نے کہا۔ "آؤ جانے سے پہلے اس چینی کو دفن کرتے جائیں"۔

لیکن ایونس نے انکار کر دیا۔ بولا۔ "ان فضول باتوں کو چھوڑو۔ اور یہ سونا اُٹھا کر کشتی کو چلو"۔

ہوگر بھی گڑھے میں اُتر گیا۔ دونوں نے مل کر کوٹ کو اُٹھایا جس میں سونے کی سلاخیں دھری تھیں۔ اور گڑھے سے باہر کشتی کی طرف روانہ ہو گئے۔

(۵)

چند ہی قدم چلے تھے۔ کہ ایونس نے کہا۔ "میرے بازو میں بہت درد ہو رہا ہے"۔

وہ بڑی مشکل سے چند قدم اَور چلا۔ پھر بولا۔ "میرے دُوسرے بازو میں بھی درد ہونے لگا"۔

یہ کہہ کر اُس نے کوٹ اچانک ہاتھ سے

Taj Tahir Foundation

چھوڑ دیا۔ سونے کی سلاخیں اِدھر اُدھر بکھر گئیں ایونس کے چہرے پر زردی چھا گئی تھی۔ اُس نے ہانپتے ہوئے ہو کر سے کہا۔ "جینی کی نعش دیکھنے کے سوا تم نے اب تک کوئی کام نہیں کیا۔ اب ذرا ہمت کرو۔ اور ان سلاخوں کو اکیلے اُٹھا کر لے چلو۔ گرتا پڑتا میں کسی نہ کسی طرح کشتی تک پہنچ جاؤں گا"۔

ایونس کے کہنے پر ہو کر نے سلاخوں کو زمین سے اُٹھا کر پھر کوٹ میں رکھا لیکن سلاخوں کو اُٹھاتے وقت کوئی چیز اس کی اُنگلی میں بھی چبھ گئی۔ اُس نے غور سے دیکھا۔ تو بال کی طرح باریک کوئی بہت سخت چیز تھی۔ اُس نے اُسے بڑی احتیاط کے ساتھ نکال کر پھینک دیا۔

اتنی دیر میں ایونس زمین پر پڑا پڑا لوٹنے

Taj Tahir Foundation

لگا تھا۔ ہوکر لپک کر اُس کے پاس پہنچا۔ اور بولا۔ "کیوں کیا بہت زیادہ تکلیف ہونے لگی ہے؟"

ایونس چلّا کر بولا "مجھے ہرگز نہ چھونا۔ مجھے ہرگز نہ چھونا۔ سونے کی سلاخیں کوٹ میں لپیٹ دو"۔

ہوکر نے کہا "وہ تو لپیٹ ڈالیں۔ مگر تمہاری یہ کیا حالت ہے؟"

لیکن ایونس دیوانوں کی طرح پکار پکار کر یہی کہتا رہا "سونے کی سلاخیں کوٹ میں لپیٹ دو"۔

ہوکر گھبرایا ہوا ایونس کی حالت دیکھ ہی رہا تھا۔ کہ ایونس نے ایک چیخ ماری۔ اور زمین پر یُوں تڑپنے لگا۔ جیسے اُس کی جان نکل رہی ہے۔

اِدھر اب ہوکر کی اُنگلی میں ٹیسیں اُٹھنے

لگی تھیں۔ اُس نے اپنی اُنگلی مُنہ میں رکھ کر چُوسنی شروع کر دی۔ چُوستے ہی اُس کے حلق میں بھی درد ہونے لگا۔

اب وہ سمجھا۔ کہ یہ سب کچھ کانٹا چُبھنے کی وجہ سے ہو رہا ہے۔ یہ کانٹے زہر میں بُجھے ہوتے ہیں۔ وہ چینی بھی جس کی لاش وہاں پڑی تھی۔ ان ہی کانٹوں سے ہلاک ہوا تھا۔

ہوگر بے اختیار ہو کر چلایا۔ "ایونس! ایونس!" لیکن ایونس اب تک ٹھنڈا ہو چکا تھا۔

ہوگر کے بازو اور حلق میں سخت درد تھا۔ وہ سونے کی سلاخوں کے پاس جا کر اکڑوں بیٹھ گیا۔ اب اُس کے دُوسرے بازو میں بھی درد شروع ہوگیا۔ ذرا سی دیر میں ہوگر بھی ایونس کی طرح زمین پر بے جان پڑا تھا!

Taj Tahir Foundation

(۹۱)

دو سو برس پہلے جاپان کے ایک سمندری لٹیرے نے اپنا خزانہ اِس جنگل میں دفن کیا تھا۔ اُس نے خزانے کی حفاظت کی یہ تدبیر کی تھی۔ کہ زہر کے بجھے ہوئے باریک کانٹے کسی طرح سونے کی سلاخوں میں گاڑ دیئے تھے۔ جبین کے اِس سمندری لٹیرے کے خزانے کا نقشہ کسی طرح اِن دونوں انگریزوں کے ہاتھ آ گیا تھا۔ جان جوکھوں میں ڈال کر خزانے تک جا پہنچے۔ مگر خزانہ اُن کی قسمت میں نہ لکھا تھا۔ چنانچہ وہ بھی اُس جبینی کی طرح جس کی لاش اُنھوں نے خزانے کے پاس پڑی دیکھی تھی۔ زہر کے بجھے ہوئے کانٹے چبھ جانے کی وجہ سے تمام ہو گئے۔

Taj Tahir Foundation

گُم شدہ خزانہ

(۱)

دہلی میں سیٹھ بلبھ داس کا گُم شدہ خاندانی خزانہ میری موجودگی میں ایسے حیرت انگیز طور پر دریافت ہوا تھا۔ کہ سب لوگ انگشت بدنداں رہ گئے تھے۔

یہ سنہ ۱۹۰۶ء کا واقعہ ہے۔ ہمارے اسکول میں اُن دنوں گرمیوں کی چھٹیاں تھیں۔ لیکن چونکہ مجھے میٹرک کا امتحان دینا تھا۔ اور تیاری

Taj Tahir Foundation

خاطر خواہ نہ تھی۔ اس لئے ابّا جان نے مجھے گھر پر پڑھانے کے لئے ایک نوجوان کشمیری ملازم رکھ دیئے تھے۔ جن کا نام آغا محمد طاہر تھا۔

آغا صاحب کا وطن تو بنارس تھا۔ مگر تعلیم حاصل کرنے کی غرض سے دہلی آگئے تھے۔ انہیں اگلے سال ایم۔ اے کا امتحان دینا تھا۔ لیکن چونکہ اُن کے والد زیادہ خوش حال نہ تھے۔ اور یہ اپنی تعلیم کے خرچ کا سارا بوجھ ان پر ڈالنا ناپسند کرتے تھے۔ اس لئے کچھ آمدنی خود پیدا کرنے کے خیال سے اُنہوں نے مجھے گھر پر پڑھانا منظور کر لیا تھا۔

آغا صاحب ہر روز صبح کو دو گھنٹے مجھے پڑھاتے۔ بہت سیدھے سادے اور غیر معمولی قابلیت کے ذہین نوجوان تھے۔ سُلجھا ہوا دماغ

Taj Tahir Foundation

پڑھایا تھا۔ ان کے پڑھانے میں سب سے بڑی خوبی یہ تھی۔ کہ وُہ یہ بات فی الفور سمجھ جاتے تھے۔ کہ کیا بات کیوں میری سمجھ میں نہیں آ رہی۔ اور پھر چھوٹی اور بہت آسان مثالیں دے کر وہ بات ایسی خوبی سے بیان کر دیتے۔ کہ ہمیشہ کے لئے ذہن نشین ہو جاتی تھی۔

(۲)

ایک روز اتّفاق سے صبح کے وقت سیٹھ بلبھ داس ابّا جان سے ملنے آ گئے۔ ابّا جان اُنہیں لئے ہوئے کمرے میں آ گئے۔ مَیں بیٹھا آغا صاحب سے پڑھ رہا تھا۔ ابّا جان آتے ہی بولے "کیوں آغا صاحب۔ ایک طرف بیٹھکر ہم لوگ بات چیت کر سکتے ہیں؟ آپ کا ہرج تو نہ ہو گا؟"

آغا صاحب بولے۔ "جی نہیں۔ مَیں تو اب اُٹھنے ہی والا تھا۔ صرف گھر پر کرنے کے لئے کام دینا باقی رہ گیا ہے"۔

کمرے میں ایک طرف ابّا جان بیٹھ کر سیٹھ بلبھ داس سے باتیں کرنے لگے۔ دُوسری طرف آغا صاحب نیچی آواز میں مجھے گھر پر کام کی ہدایات دیتے رہے۔

فارغ ہو کر آغا صاحب رُخصت ہونے کے لئے اُٹھے۔ تو ابّا جان بولے۔ "اجی آغا صاحب! آپ کبھی ہمارے پاس تو بیٹھتے ہی نہیں۔ آیئے کچھ دیر باتیں کیجئے۔ سیٹھ بلبھ داس سے ملیئے۔ یہ دہلی کے ایک بہت پُرانے اور مشہور خاندان سے ہیں"۔

آغا صاحب نے بڑھ کر سیٹھ بلبھ داس کو آداب کیا۔ سیٹھ جی نے اُٹھ کر ان سے ہاتھ ملایا۔

Taj Tahir Foundation

مزاج پُرسی کی۔ ابّا جان نے ایک کُرسی کی طرف اشارہ کیا۔ آغا صاحب اس پہ بیٹھ کر بولے۔ "بڑی خوشی ہوئی سیٹھ صاحب سے مل کر"

کچھ دیر ان لوگوں میں رسمی باتیں ہوتی رہیں سیٹھ بلبھ داس پُرانی وضع کے بزرگ تھے۔ عُمر کوئی پچاس کے لگ بھگ ہوگی۔ لباس پُرانے زمانے کے پہنتے تھے۔ چُوڑی دار پاجامہ انگرکھا اور چوغہ۔ سر پر پگڑی۔ وضع دار اور خوش مزاج بزرگ تھے۔ کچھ دیر بعد آغا صاحب سے پوچھنے لگے۔ "کیوں حضرت۔ آپ کو ہماری دِلّی پسند بھی آئی؟"

آغا صاحب بولے۔ پسند کیونکر نہ آتی صاحب یہی تو ایک مقام ہے۔ جہاں اپنی پُرانی ہندوستانی تہذیب کی کچھ نشانیاں نظر آجاتی ہیں"

سیٹھ جی نے آہ بھر کر کہا "ارے بھائی

پُرانی تہذیب کا اب کیا باقی رہا دِلّی میں۔
غدر نے مٹا دیا سب کچھ"۔

غدر کا نام آتے ہی ابّا جان بولے۔ "اور کچھ مٹایا ہو یا نہ مٹایا ہو۔ ہمارے سیٹھ جی کو تو غدر نے لُوٹ لیا"۔

آغا صاحب نے پُوچھا "کیونکر؟"

ابّا جان نے کہا "بے بہا خاندانی خزانہ ہاتھ سے نکل گیا"۔

آغا صاحب بولے "باغیوں نے لُوٹ لیا"۔

ابّا جان نے جواب دیا۔ باغی لُوٹ لے جاتے۔ جب بھی صبر آجاتا۔ خزانہ تو ایسے انوکھے طریق سے غائب ہؤا۔ کہ پھر اس کا کوئی سُراغ ہی نہ مل سکا"۔

آغا صاحب نے اشتیاق سے پُوچھا۔ "آخر کیونکر؟ کچھ تفصیل نہ سنائیے گا"۔

ابّا جان نے سیٹھ صاحب کی طرف دیکھ کر کہا۔" کیوں سیٹھ جی سُنائیے گا تفصیل؟"

سیٹھ جی ایک اُداس مسکراہٹ سے بولے۔ "اجی یہ کیا قصّہ لے بیٹھے آپ۔ چھوڑیئے اسے۔ کوئی اَور کام کی بات کیجیے"۔

مگر آغا صاحب نہ مانے۔" کوئی ایسی بات ہے۔ جو کسی وجہ سے مجھے بتانا مناسب نہیں یا جس کے بیان کرنے سے آپ کو صدمہ ہوتا ہے۔ تو مَیں اصرار نہیں کرتا۔ ورنہ اس قسم کے واقعات سُننے سے مجھے دلچسپی بے حد ہے"۔

سیٹھ جی بولے۔" نہیں صاحب کوئی خاص بات کیا ہوتی۔ بیان کرنے سے صرف اس لئے جھجکتا ہوں۔ کہ خاندانی دولت کا ذکر کرنے کو لوگ شیخی اور تھُڑدلی سمجھتے ہیں"۔

آغا صاحب نے کہا۔" مگر مَیں تو صرف واقعات

معلوم کرنے کے خیال سے درخواست کر رہا ہوں"
ابا جان نے سفارش کی "انہیں اس قدر اشتیاق ہے۔ تو سیٹھ جی خزانے کی داستان سنا ہی ڈالئے"

سیٹھ جی بولے۔ "سنائے دیتا ہوں۔ مگر ان سیدھے سادے اور عام واقعات کو آپ داستان کیوں کہتے ہیں؟ داستان کے نام سے مفت میں ان کی امیدیں بڑھیں گی۔ اور پھر سن کر مایوسی ہو گی"

ابا جان نے مجھ سے کہا۔ "ارے بھئی۔ تم بھی یہیں آ بیٹھتے۔ پڑھائی کا کام تھوڑی دیر بعد کر لینا۔ آؤ سیٹھ صاحب کا خزانہ کھوئے جانے کا حال سنو"

خزانے کا ذکر سن کر اس کے کھوئے جانے کا حال معلوم کا شوق مجھے بھی کچھ کم نہ تھا۔

Taj Tahir Foundation

چنانچہ میں اپنے لکھنے پڑھنے کی میز پر سے دلی خوشی سے اُٹھا۔ اور ابّا جان کے قریب ایک کُرسی پر خاموش بیٹھ گیا۔

(۳)

سیٹھ جی نے اپنا خاندانی خزانہ کھوئے جانے کے سلسلہ میں یہ واقعات سُنائے۔ کہنے لگے :۔

"پُرانے زمانے میں ہمارے بزرگ دِلّی کے بہت نامور جوہریوں میں گنے جاتے تھے جن چند جوہریوں سے مغل بادشاہ اور اُن کی بیگمیں جواہرات خریدتی تھیں۔ ان میں سے ایک ہمارا خاندان بھی تھا۔ مغلوں کو بے بہا جواہرات خریدنے اور پہننے کا شوق اس قدر زیادہ تھا۔ کہ اپنے کاروبار کی بدولت ہم لوگ کروڑپتی بن گئے۔

"فرخ سیر کے زمانے میں ہمارے خاندان میں ایک بزرگ ایسے گذرے۔ جنہیں خود بایاب جواہرات جمع کرنے کا جنون ہوگیا۔ چنانچہ وہ کاروبار بھی کرتے۔ اور اپنا شوق پورا کرنے کو جواہرات اپنے لئے بھی خریدتے۔ ایک لحاظ سے یہ شوق فائدہ مند بھی تھا۔ وہ زمانہ بغاوتوں کا تھا۔ چوری اور ڈاکے بہت عام تھے۔ ایسے زمانے میں نقدی کی بہت بڑی مقدار سنبھال کر رکھنا آسان کام نہیں۔ لاکھوں روپے کا ایک قیمتی پتھر ایک ذرا سی ڈبیہ میں سما سکتا ہے۔ اور زیادہ آسانی سے اس کی حفاظت کی جا سکتی ہے"

"اپنی زندگی میں اُنھوں نے ایسے نہایت نادر جواہرات جمع کر لئے۔ یہ جواہرات گویا ہمارے خاندان کا خزانہ تھے۔ جن کی بے حد حفاظت کی جاتی تھی۔ دِلّی پر حملہ آوروں کے

Taj Tahir Foundation

کئی طوفان آئے اور گذر گئے۔ لیکن ہمارے بزرگوں نے اپنے جواہرات کی حفاظت ایسی خوبی سے کی۔ کہ نہ یہ لُٹے۔ اور نہ کسی کو ان کا سراغ مل سکا۔

"۵۷ء کے غدر کے موقعے پر نایاب جواہرات کا خزانہ میرے دادا سیٹھ جمنا لال کے قبضے میں تھا۔ اُنہوں نے جب سُنا۔ کہ باغی دِلّی پر چڑھے آ رہے ہیں۔ اور شہر میں لُوٹ مار مچنے والی ہے۔ تو اُنہوں نے سوچا۔ کہ اِس موقعے پر اپنا خزانہ کسی ایسی جگہ چھپا ڈالنا چاہیئے۔ جہاں سے یہ کسی کے ہاتھ نہ آ سکے۔

"اتفاق کی بات میرے والد اُن دِنوں دِلّی میں موجود نہ تھے۔ میں اُن ہی دنوں پیدا ہُوا تھا۔ میری والدہ میری پیدائش کے سلسلہ میں اپنے میکے چلی گئی تھیں۔ وہاں سے جب میری

پیدائش کی خبر دلّی میں والد کو پہنچی۔ تو مجھے دیکھنے وہ بھی والدہ کے میکے چلے آئے۔ اُمید کے خلاف یہاں انہیں زیادہ عرصہ ٹھہرنا پڑ گیا۔

"ادھر دلّی میں غدر مچ گیا۔ اس زمانہ میں شہر کی جو حالت تھی۔ اس کا ذکر تاریخ کی کتابوں میں آپ کی نظر سے گذرا ہوگا۔ جان مال کوئی چیز محفوظ نہ تھی۔ سب کے دل مٹھی میں تھے۔ ہر ہر لمحہ یہ خوف تھا۔ کہ لٹیرے آکر لوٹ نہ لیں اور جان سے نہ مار ڈالیں۔ میرے دادا نے اُن دنوں اپنے جواہرات کسی خاص جگہ چھپا دیئے۔ اور سوچا۔ کہ جب امن امان کا زمانہ آئے گا۔ تو پھر نکال لیں گے۔

بدقسمتی سے اس بات کی خبر کسی نے لُٹیروں کی ایک ٹولی کو پہنچا دی۔ کہ سیٹھ جمنا لال کے پاس نادر جواہرات کا ایک بے بہا ذخیرہ ہے۔

اُن دِنوں آپ جانتے جس کی لاٹھی اُس کی بھینس والا مضمون تھا۔ یہ اطلاع ملتے ہی لٹیروں کی ایک ٹولی تلواریں کھینچے ہمارے ہاں آن دھمکی۔ اور دادا سے جواہرات طلب کئے۔

"بعد میں نوکروں کی زبانی میرے والد کو صرف اتنا معلوم ہوا۔ کہ دادا نے لٹیروں سے کہا۔ کہ میرے پاس اب کوئی جواہرات نہیں۔ میری ساری دولت ایشور کی راہ میں چلی گئی۔ تمہیں یقین نہ آئے۔ تو میرے گھر کی تلاشی لے کر دیکھ لو۔"

"لٹیروں نے سارا گھر تلپٹ کر ڈالا۔ ایک ایک کونہ دیکھا۔ مگر کچھ ہاتھ نہ آیا۔ چنانچہ کھسیانے ہوکر اُنہوں نے دادا کو گرفتار کر لیا۔ اور اپنے پڑاؤ پر لے گئے۔ وہاں اُنہیں بہت ڈرایا دھمکایا۔ ان پر طرح طرح کی سختیاں کیں۔ کہ وہ عاجز آکر

اپنا خاندانی خزانہ ان لوگوں کے حوالے کر دیں مگر دادا برابر وہی ایک بات کہے گئے۔ کہ میرے سب جواہرات تو ایشور کی راہ میں چلے گئے۔

"دادا بوڑھے آدمی تو تھے ہی۔ لٹیروں کی سختی کی وجہ سے زندہ نہ بچ سکے۔ مرتے وقت انہوں نے بڑی عاجزی سے ان ظالموں کو کہا کہ میرا بیٹا یہاں موجود نہیں۔ مجھے قلم دوات اور ذرا سا کاغذ دے دو۔ کہ میں اس کے نام اپنا آخری پیغام لکھ کر اپنے کسی ملازم کو دے دوں۔

"لٹیروں نے اس خیال سے لکھنے کا سامان فوراً منگا دیا۔ کہ مرنے سے پہلے یہ شاید خط لکھ کر اپنے بیٹے کو جواہرات کی پوشیدہ جگہ بتانا چاہتا ہے۔ اسے خط لکھ لینے دو۔ اسے پڑھ کر خزانے کا حال معلوم ہو جائے گا۔

Taj Tahir Foundation

"دادا نے مرتے مرتے بڑی مشکل سے ایک خط لکھا۔ اور یہ کہہ کر اپنے ایک ملازم کو دے دیا۔ کہ جب میرا بیٹا واپس آئے۔ تو یہ خط ضرور اسے پہنچا دینا۔ اس کے بدلے میں وہ تمہیں بہت سا انعام دے گا۔ یہ کہہ کر تھوڑی ہی دیر بعد وہ دوسری دنیا کو سدھار گئے۔

لٹیروں نے دادا کا رقعہ ملازم سے چھین لیا۔ مگر پڑھ کر دیکھا تو اس میں جواہرات کا کوئی ذکر نہ تھا۔ بلکہ دادا نے میرے والد کو نیکی کی زندگی گذارنے کی تاکید کر رکھی تھی۔ چنانچہ لٹیروں نے رقعہ بے کار سمجھ کر پھر ملازم کو دے دیا۔

"امن امان ہو چکنے کے بعد جب میرے والد دلی واپس آئے۔ تو انہیں سب واقعات معلوم ہوئے۔ کہ دادا لٹیروں کے ہاتھوں مر

چکے ہیں۔ مگر جواہرات کا سُراغ اُنہوں نے لُٹیروں کو نہیں دیا۔ اور مرنے سے پہلے ایک رُقعہ لکھ گئے ہیں ⁂

میرے والد کو پکّی اُمّید تھی۔ کہ اس رُقعہ میں جواہرات کا کوئی سُراغ ضرور ہوگا۔ لیکن رُقعہ ملازم سے لے کر پڑھا۔ تو دِل بیٹھ گیا۔ اس میں جواہرات کا ذکر تک نہ تھا۔ میرے والد عرصے تک اس رُقعے پر غور کرتے رہے۔ وہ رُقعہ اُنہیں انوکھا معلوم ہوتا تھا۔ بار بار خیال آتا تھا۔ کہ اُس کے الفاظ میں شاید کوئی چھُپے ہوئے معنی ہوں۔ لیکن برسوں غور کیا۔ دوسرے لوگوں سے کہا۔ کہ وہ اُس پر غور کریں لیکن جواہرات کا کوئی سُراغ نہ مل سکا۔ اور ہمارا خاندانی خزانہ ہمیشہ کے لئے غائب ہوگیا" ⁂

Taj Tahir Foundation

(۱۴)

آغا صاحب بہت غور سے تمام واقعات سُن رہے تھے۔ سیٹھ جی کے خاموش ہوتے ہی بولے "لیکن سیٹھ جی اس داستان کا جو حصّہ سب سے دلچسپ تھا۔ وہ تو ہمیں معلوم ہی نہ ہو سکا"۔

سیٹھ جی نے پوچھا "وہ کون سا؟"

آغا صاحب نے کہا "وہ یہ کہ رُقعہ میں عبارت کیا لکھی تھی؟"

سیٹھ جی بولے۔ اس کے سُنانے سے کچھ حاصل نہ تھا۔ اس لئے مَیں نے اس کا مضمون سُنانا ضروری نہ سمجھا۔ اس میں سوائے چند نصیحتوں کے اور کچھ نہ تھا"۔

آغا صاحب نے کہا۔ "رُقعہ کا مضمون شاید اب آپ کو یاد بھی نہ ہو"۔

Taj Tahir Foundation

سیٹھ جی بولے "جی نہیں۔ وہ رُقعہ تھا ہی کتنا۔ کہ مضمون بھول جاتا۔ اور اُسے زندگی میں اتنے ہزار دفعہ پڑھا ہے۔ کہ اُس کا ایک ایک لفظ زبانی یاد ہے۔ لیکن عرض کیا نا۔ کہ اس میں خاص بات کوئی بھی نہیں"۔

آغا صاحب نے کہا۔ زبانی یاد ہے۔ تو میری خاطر سے اس کا مضمون ایک بار ضرور سُنا دیجئے"۔

سیٹھ جی بولے "اس کا ایک ایک لفظ مجھ سے سُن لیجیے۔ اس میں لکھا تھا۔ نُورِ چشم۔ میری ساری دولت ایشور کی راہ میں چلی گئی۔ تمہارا باپ مرتے وقت تمہیں صرف یہ کہنا چاہتا ہے۔ کہ تمہارا سُکھ۔ دھرم کی راہ میں ہے۔ میرے الفاظ کو بُوڑھے کی بے معنی نصیحت نہ سمجھنا۔ بلکہ انہیں گرہ میں باندھ کر ان کے

اصلی معنوں پر غور کرنا۔ تم اگر گھر چھوڑ کر ایشور کی سچّی اور سیدھی راہ میں چار قدم بھی چلے۔ تو ایسی دولت کے مالک بن جاؤ گے۔ کہ ایک دُنیا تمہاری خوش قسمتی پر رشک کرے گی۔ جو ملازم یہ رُقعہ تمہیں پہنچائے اُسے اُس کی اُمّید سے بڑھ کر انعام دینا۔" بس یہ تھا مضمون"۔

آغا صاحب بہت ہی توجّہ سے رُقعے کا مضمون سُن رہے تھے۔ بولے۔ ابھی آپ نے فرمایا تھا۔ کہ رُقعہ پڑھ کر آپ کے والد کو بار بار خیال آتا تھا۔ کہ رُقعے کے الفاظ میں شاید کوئی خاص معنی چھپے ہوئے ہوں۔ میں پُوچھ سکتا ہوں۔ کہ یہ شبہ انہیں کیوں ہوتا تھا؟"

سیٹھ جی بولے "تین چار وجہوں سے۔ ایک تو رُقعے کی عبارت کچھ عجیب ہے۔ مثلاً یہ فقرہ کہ "میرے الفاظ کے اصلی معنوں پر غور

کرنا" پھر ہمارے دادا کنجوس شخص تھے۔ اُن کی طبیعت کو جانتے ہوئے والدین کو یقین تھا۔ کہ اتنی بہت دولت وہ کبھی ایشور کی راہ میں خرچ نہ کر سکتے تھے۔ تیسرے مرتے وقت قلم دوات منگا کر بڑی مشکل سے صرف ایسی عام نصیحتیں کرنا بڑی انوکھی بات معلوم ہوتی ہے۔ اور چوتھے رُقعہ کا آخری فِقرہ۔ کہ جو ملازم یہ رُقعہ پہنچائے۔ اُسے اُس کی اُمید سے بڑھ کر انعام دینا" فقرے کے ذریعے گویا ملازم کو لالچ دِیا گیا تھا۔ کہ وہ رُقعہ ضائع نہ کرے۔ بلکہ انعام حاصل کرنے کے شوق میں والد کو پہنچا ضرور دے۔ آخر کیوں؟ ان تمام باتوں سے بار بار یہ خیال آتا تھا۔ کہ ان لفظوں کے کوئی خاص معنی ہیں۔ اور ان نصیحتوں کی تہ میں کوئی اَور ایسی بات ہے۔ جس تک خیال نہیں پہنچتا"۔

Taj Tahir Foundation

آغا صاحب سوچ میں پڑے ہوئے تھے۔ بولے۔ "جی ہاں درست فرمایا۔ واقعی ان باتوں سے شبہ پیدا ہوتا ہے۔ مگر آپ کو پورا یقین ہے۔ کہ انہوں نے رقعے میں جو یہ لکھا۔ "کہ میں نے اپنی ساری دولت ایشور کی راہ میں دے ڈالی" تو اتنی سخاوت اُن سے کسی طرح ممکن نہ تھی"؟

سیٹھ جی نے کہا "میرے والد کا خیال یہی تھا"۔

"آغا صاحب نے پوچھا۔ "وہ آپ کے والد کو یا دوسروں کو عام طور سے ایسی نصیحتیں کیا کرتے تھے۔ یا یہ نصیحتیں صرف اِس آخری رُقعہ ہی میں کیں"؟

سیٹھ جی نے جواب دیا۔ میرے والد کا بیان تھا۔ کہ زندگی بھر اُنہوں نے کبھی اِس قسم کی کوئی نصیحت نہ اُنہیں کی۔ نہ کسی دوسرے

شخص کو کی۔"

ابّا جان بولے "آغا صاحب۔ آپ نے تو سُراغ رسانوں کی طرح سوالوں کی بھرمار کر دی!"
آغا صاحب نے مسکرا کر کہا "اصل میں واقعہ اتنا دلچسپ اور انوکھا ہے۔ کہ خواہ مخواہ اس پر سوچنے اور غور کرنے کو جی چاہتا ہے۔"

سیٹھ صاحب صاحب بولے "اجی صاحب کچھ نہ پوچھئے۔ اس رُقعہ پر کس کس نے کتنا غور کیا ہے۔ یُوں سمجھئے۔ کہ میرے والد کی ساری زندگی اسی رُقعے پر غور کرنے میں گذر گئی۔ دن رات اسی رُقعے کو سامنے رکھے بیٹھے رہتے تھے۔ اور ایک اُنہوں نے ہی تھوڑا۔ اُن کے بے شمار عزیزوں اور دوستوں نے بھی ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا۔ تھک ہار کر سب اسی نتیجے پر پہنچے۔ کہ بُڈھوں کی سختی کی وجہ سے آخری وقت میں

غالباً دادا کا دماغ پھر گیا تھا۔"

آغا صاحب نے کہا "دماغ پھر گیا تھا۔ تو مرتے وقت انہیں رُقعہ لکھنے کا خیال کیوں آیا۔ اور انہوں نے یہ رُقعہ آپ کے والد تک پہنچانے کا خاص انتظام کیوں کیا؟"

ابّا جان بولے۔ اصلی مُعمّہ تو اس رُقعے ہی کا ہے۔ اگر رُقعہ نہ آتا۔ تو سب صبر کر کے چپکے بیٹھ رہتے۔ لیکن رُقعہ آنا اور اس میں خزانے کا کوئی سُراغ نہ ہونا بڑی عجیب اور پریشان کرنے والی بات ہے۔"

سیٹھ جی نے کہا "اجی اب چھوڑیئے اس قصّے کو۔ اس پر غور کرنے سے مجھے تو یہ اندیشہ ہوتا ہے۔ کہ کہیں میرا دماغ نہ پھر جائے۔"

آغا صاحب شرماتے ہوئے بولے۔ "میرا کچھ کہنا چھوٹا مُنہ بڑی بات تو معلوم ہوگا لیکن

میرا جی چاہتا ہے۔ کہ اس معمّے کو حل کرنے کی کوشش میں بھی کر دیکھوں۔"

سیٹھ جی نے رحم کی مسکراہٹ سے جواب دیا۔ اِس کوشش میں بہت لوگ اپنا وقت ضائع کر چکے ہیں۔ آپ طالب علم ہیں۔ آپ کا وقت قیمتی ہے۔ اس بے کار کوشش میں نہ گنوائیے۔"

آغا صاحب نے کہا "مجھے معمّے حل کرنے کا خاص شوق ہے۔ بچپن ہی میں پہیلیاں بوجھنے کے لئے میں بہت مشہور تھا۔ اب تک یہ حالت ہے۔ کہ اگر کوئی معمّہ میرے سامنے ہو۔ تو جب تک اُسے حل نہ کر لوں۔ یا اس کے حل سے بالکل عاجز آ کر مایوس نہ ہو جاؤں۔ میں لکھنے پڑھنے کی طرف توجہ کسی طرح نہیں کر سکتا۔"

سیٹھ جی بولے۔ "تو آپ کی خوشی۔"

آغا صاحب نے کہا۔ "آپ سے میری درخواست

Taj Tahir Foundation

صرف اس قدر ہے۔ کہ رُقعے کا مضمون مجھے لکھوا دیجئیے؟"

سیٹھ جی نے جواب دیا "شوق سے لکھ لیجئیے"
آغا صاحب نے کاغذ پنسل لے کر اسی وقت رُقعے کا مضمون سیٹھ جی سے سُن سُن کر لکھ لیا۔ کاغذ کو تہ کر کے جیب میں رکھّا۔ اور بولے۔ "یہ کہنا تو کسی طرح ممکن نہیں۔ کہ میں خزانے کا پتہ لگا لوں گا۔ ہاں اتنا کہہ سکتا ہوں۔ کہ اگر کوئی خفیہ پیام اس رُقعے کے مضمون میں ہے۔ تو میرا خیال ہے۔ اس کا سُراغ ضرور نکال لوں گا۔ مجھے اپنی معمّے حل کرنے کی قابلیت پر ناز ہے؟"

ابّا جان نے ہنس کر کہا "تو سُبحان اللہ۔ رُقعے کے خُفیہ پیام کا حال معلوم ہو گیا۔ تو خزانہ تو آپ سے آپ مل جائے گا۔ اور خزانہ مل گیا۔ تو سیٹھ جی آپ کو مالا مال بھی کر دیں گے"؟

سیٹھ جی مُردہ مُسکراہٹ سے بولے۔" اجی صاحب۔ جو چیز پچھلے پچاس سال کی کوششوں سے ہاتھ نہ آسکی۔ وہ بھلا اب کیا ہاتھ آتی"۔

(۵)

اگلے روز آغا صاحب مجھے پڑھانے آئے۔ تو پڑھائی شروع کرنے سے پہلے میں نے اُن سے پوچھا" کیوں آغا صاحب۔ رُقعے کا معمہ حل ہو گیا"؟

آغا صاحب بولے۔" تم نے ابھی اپنا جیومیٹری کا کوئی سوال سمجھا ہے۔ کہ ذرا سی دیر میں اس کا حل مجھے سوجھ جاتا"۔

میں نے کہا" مگر آغا صاحب۔ اس رُقعے میں کسی مقام کا تو ذکر نہیں۔ پھر اس سے خزانے کا سُراغ بھلا کیونکر معلوم ہو سکتا ہے"؟

آغا صاحب نے کتاب کھول کر کہا۔" اب اس

Taj Tahir Foundation

رُقعے کے مضمون پر غور کر کے اپنا وقت ضائع نہ کرو۔"

میں نے کہا "جس طرح آپ کا جی چاہتا ہے۔ کہ اس مُعمّے کو حل کریں۔ اسی طرح کل سے میرا خیال بھی بار بار اسی کی طرف جا رہا ہے۔"

آغا صاحب کتاب دیکھتے ہوئے بولے۔ "ارے بھئی کچھ نہیں اِس رقعے میں۔ سیٹھ جی کا وُہی خیال ٹھیک ہے۔ کہ لُٹیروں نے اُن کے دادا پر اس قدر سختی اور زیادتی کی جس سے اُن کا دماغ پھر گیا۔ اور آخری وقت میں اُنہوں نے یوں ہی ایک اوٹ پٹانگ رُقعہ لِکھ مارا۔"

یہ کہہ کر آغا صاحب نے مجھے جیومیٹری کی شکلیں سمجھانی شروع کر دیں۔

دو تین روز تک تو مجھ میں اور آغا صاحب

Taj Tahir Foundation

ہیں کوئی نہ کوئی بات خزانے اور رقعے کی ہوتی رہی۔ لیکن اس کے بعد یہ بات آئی گئی ہوگئی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا۔ کہ غور کے بعد آغا صاحب نے رقعہ پر مغز کھپانا لاحاصل سمجھ لیا تھا۔

لیکن سیٹھ جی کی داستان سُننے شاید چھٹا روز تھا۔ کہ پڑھا چکنے کے بعد آغا صاحب نے مجھ سے پوچھا۔ "تمہارے ابا ہیں گھر میں؟"

میں نے کہا۔ "جی ہاں ہیں۔ مِلنا چاہتے ہیں آپ اُن سے؟"

آغا صاحب نے خواہش ظاہر کی۔ تو میں اندر جا کر ابا جان کو بُلا لایا۔ آغا صاحب نے اُن سے کہا۔ "مُعاف کیجئے گا۔ ایک چھوٹی سی تکلیف دینے کے لئے آپ کو بے آرام کیا۔ میں صرف یہ پوچھنا چاہتا تھا۔ کہ سیٹھ بلبھ داس رہتے کہاں ہیں؟"

Taj Tahir Foundation

ابّا جان یہ سُن کر ہنس پڑے۔" اوہو۔ آپ اب تک رُقعے کے مُعمّے پر غور فرما رہے ہیں؟"

آغا صاحب نے شرما کر کہا۔" کبھی کبھار فرصت کے وقت میں غور کر لیتا ہوں۔"

" پھر کس نتیجے پر پہنچے آپ؟"

آغا صاحب نے جواب دیا۔" ایسی جلدی کسی نتیجہ پر کیونکر پہنچ سکتا تھا۔ فی الحال تو چند باتوں کے متعلق اپنا اطمینان کرنا چاہتا ہوں۔"

ابّا جان نے پوچھا۔" تو کیا سیٹھ صاحب سے ملنا چاہتے ہیں آپ؟"

آغا صاحب نے کہا۔" جی نہیں۔ ان سے ملنے کی ضرورت نہیں ہے۔ مُفت میں اُن کا وقت ضائع کرنے سے کیا حاصل۔ میں تو صرف اتنا معلوم کرنا چاہتا ہوں۔ کہ سیٹھ بلبھ داس آج کل کہاں رہتے ہیں؟"

Taj Tahir Foundation

ابّا جان نے ہنس کر کہا "مگر جب آپ اُن سے ملنا نہیں چاہتے۔ تو ان کا پتہ کیوں پوچھ رہے ہیں؟"

آغا صاحب نے اس بات کا کچھ جواب نہ دیا۔ بولے "یہ مکان وہی ہے۔ جس میں غدر کے زمانے میں ان کے دادا رہتے تھے؟"

ابّا جان نے کہا "جی ہاں وہی مکان ہے مگر کچھ ہمیں بھی تو معلوم ہو۔ کہ اِن سوالوں سے آپ کا مقصد کیا ہے؟"

آغا صاحب مسکرا کر پہلے چُپ رہے۔ پھر بولے "اِن سوالوں کا کوئی نتیجہ نکلا۔ تو عرض کر دوں گا۔ ویسے آپ کو کیوں خواہ مخواہ اپنے اُوپر ہنسنے کا موقع دوں؟"

یہ کہہ کر اُنھوں نے اجازت طلب کی اور فوراً رخصت ہو گئے۔

(۹)

اگلے دِن آغا صاحب پڑھانے آئے۔ تو مَیں نے کہا" آغا صاحب۔ آپ ابھی تک رُقعے کے معمّے پر غور فرما رہے ہیں! مَیں تو سمجھا تھا کہ آپ نے اس بات کو بُھلا بھی دِیا ہو گا"۔

آغا صاحب نے بات ٹال دی۔ بولے کام کرو کام"۔

مَیں نے کہا" ابّا جان نے کہا تھا۔ کہ جب آپ پڑھا چکیں۔ تو مَیں اُنہیں خبر کر دُوں"۔

آغا صاحب کتاب کھولتے ہوئے بولے۔ "ہاں اُن سے تو مَیں آج خود بھی ملنا چاہتا تھا"۔

مَیں نے پُوچھا" کیوں حل ہو گیا رُقعے کا مُعمّہ"؟

آغا صاحب نے کتاب دیکھتے ہوئے جواب دِیا" اس کا حل کرنا کوئی کھیل سمجھ رکھا ہے تم

Taj Tahir Foundation

نے؟"

میں نے کہا۔ "پھر ابا جان سے کیوں ملنا چاہتے ہیں؟"

آغا صاحب نے بے پروائی سے کہا "کچھ باتیں پوچھنی ہیں" یہ کہہ کر انہوں نے مجھے پڑھانا شروع کر دیا۔ اور تھوڑی دیر بعد پڑھائی کے کام میں خزانے اور رقعے کی بات میں بھول گیا۔

پڑھائی ختم کرنے کے بعد آغا صاحب نے کہا۔ "تو اب جا کر ذرا اپنے ابا جان کو بلا لاتے ہو"

آتے ہی ابا جان نے پوچھا۔ "سنائیے آغا صاحب۔ کل جو بات آپ معلوم کرنا چاہتے تھے۔ معلوم کر لی؟"

آغا صاحب نے کہا "جی ہاں کر لی۔ اور اور اب چاہتا ہوں۔ کہ میرے ساتھ آپ بیٹھ

Taj Tahir Foundation

جی کے ہاں تشریف لے چلیں"۔

ابّا جان نے پوچھا "کیوں اب کچھ ان سے دریافت کرنا ہے؟"

آغا صاحب بولے "دریافت بھی کرنا ہے۔ اور میرا خیال ہے۔ میں اسی وقت اُن کا خزانہ بھی ڈھونڈ دُوں گا"۔

بے اختیار ابّا جان کے مُنہ سے نکلا "ہائیں!"

آغا صاحب نے کہا "اور اگر خزانہ نہ ملا۔ تو پھر سیٹھ جی کا وہی خیال درست ثابت ہو گا۔ کہ لٹیروں کے ظلم سے موت کے وقت اُن کے دادا کے دماغ میں خلل پیدا ہو چکا تھا"۔

ابّا جان نے بہت اشتیاق سے پوچھا۔ "مگر بتائیے تو۔ کہ اس رُقعے سے آپ نے نتیجہ کیا نکالا؟"

آغا صاحب بولے "یہ ابھی نہ بتاؤں گا۔

آپ کو اگر فرصت ہو تو شیروانی پہن کر میرے ساتھ آجایئے"۔

ابّا جان نے کہا۔"ہاں ہاں فرصت تو ہے۔ مگر میں پوچھتا تھا......"۔

آغا صاحب نے ان کی بات کاٹ دی"۔ابھی پوچھیئے کچھ نہیں۔ بس میرے ساتھ آجایئے"۔

ابّا جان شیروانی پہننے اندر جانے لگے۔ تو میں نے کہا" آغا صاحب۔ میں بھی ساتھ آ جاؤں"؟

آغا صاحب نے جواب دیا۔"وقت ضائع ہو گا تمہارا"۔

میں نے لجاجت سے پھر التجا کی۔ اُدھر ابّا جان نے بھی میری سفارش کر دی۔ چنانچہ آغا صاحب نے مجھے بھی ساتھ چلنے کی اجازت دے دی۔

ذرا سی دیر میں ہم تینوں سیٹھ بلبھ داس کے

Taj Tahir Foundation

ہاں روانہ ہو گئے۔

(۱۰)

سیٹھ جی نے ہمیں بٹھا کر پوچھا۔ فرمائیے آج آپ سب کے سب کیسے راستہ بھول پڑے؟ کیا آج پھر خزانے کا قصّہ سُننے کا ارادہ ہے؟"

ابّا جان مسکرا کر بولے "خزانے کا قصّہ سُننے کا نہیں۔ خزانہ برآمد کرنے کا ارادہ ہے"۔

سیٹھ جی جواب میں ہنس پڑے۔ ارادہ تو بہت اچھا ہے۔ کاش پورا بھی ہو سکتا"۔

آغا صاحب نے اِن ہنسی مذاق کی باتوں کی طرف کچھ توجّہ نہ کی۔ چھوٹتے ہی بولے "مَیں ایک بات دریافت کرنا چاہتا ہُوں"۔

سیٹھ جی اُن کی طرف متوجّہ ہو گئے "ارشاد"؟

آغا صاحب نے پوچھا "آپ کا یہ مکان اب تک اسی حالت میں ہے۔ جیسا آپ کے دادا

کی زندگی میں تھا۔ یا آپ اس میں تبدیلیاں کرتے رہے ہیں؟

سیٹھ جی نے جواب دیا۔ "جی نہیں اس حالت میں تو نہیں۔ جیسا دادا کی زندگی میں تھا بعض حصّے نئے بنوائے گئے ہیں۔ بعض حصّوں کی صورت بدل دی گئی ہے۔ مگر اس سوال سے مدّعا کیا ہے آپ کا؟"

آغا صاحب نے کہا "مدّعا بعد میں عرض کروں گا۔ پہلے اتنا اور فرمایئے۔ کہ آپ کے مکان کے پوربی حصّے میں بھی کوئی تبدیلی ہوئی ہے؟"

"پوربی حصّہ میں!" سیٹھ جی ان عجیب سوالوں پر حیران نظر آ رہے تھے۔ بولے "جی نہیں۔ ادھر تو کوئی خاص تبدیلی نہیں ہوئی۔ صرف معمولی مرمت ہوتی رہی ہے"

Taj Tahir Foundation

آغا صاحب اچانک اُٹھ کھڑے ہوئے۔ بولے "مجھے ذرا اُس طرف لے چلئے گا؟"

سیٹھ جی حیرانی سے اُن کا مُنہ تک رہے تھے۔ کہنے لگے "لے تو چلتا ہوں۔ مگر کچھ مجھے بھی تو پتہ چلے۔ کہ آپ سوچ کیا رہے ہیں۔ اور کرنا کیا چاہتے ہیں؟"

آغا صاحب نے بے تکلفی سے جواب دیا۔ "کرنا کیا چاہتا۔ خزانہ ڈھونڈھنے کی ایک کوشش کر دیکھنا چاہتا ہوں"۔

سیٹھ جی بولے۔ "مگر مکان کے پُوربی حصّے ہی میں کیوں؟"

آغا صاحب نے جواب دیا۔ "پہلے مجھے کوشش کر دیکھنے دیجئے۔ اس کے بعد سب کچھ عرض کر دوں گا"۔

سیٹھ جی یُوں اُٹھے۔ گویا صرف آغا صاحب

Taj Tahir Foundation

کا دل رکھنے کے لئے تکلیف فرما رہے ہیں۔ اور
ہم سب کو ساتھ لے کر مکان کے پُوربی حصّے میں
چلے گئے۔ مکان کا یہ حصّہ بھی مردانہ ہی تھا۔

پُوربی طرف مکان کا ایک دروازہ باغ میں
کھلتا تھا۔ آغا صاحب نے ایک نظر اس راستے
کو دیکھا۔ جو مکان کے دروازے سے نکل کر باغ
میں چلا جاتا تھا۔ معلوم ہوتا تھا۔ اس راستے کو
دیکھ کر آغا صاحب کو دلی خوشی ہوئی ہے۔ جلدی
سے لپک کر دروازے میں جا کھڑے ہوئے
پھر چند قدم باغ کے راستے پر چلے۔ اور ایک جگہ
رک کر کہنے لگے۔ "بس اس جگہ کو کھدوائیے"۔

سیٹھ جی بڑی حیرانی سے آغا صاحب کی
ایک ایک حرکت کو دیکھ رہے تھے۔ بولے۔
"معاف کیجیے گا۔ آپ کی باتیں اور حرکتیں کچھ
میری سمجھ میں نہیں آ رہیں"۔

Taj Tahir Foundation

آغا صاحب نے کہا "اجی صاحب اس میں سمجھنے کی کیا خاص بات ہوتی۔ رُقعہ کے مضمون کو بہت غور سے پڑھ کر میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ خزانہ شاید باغ میں اس جگہ گاڑا گیا ہوگا"۔

سیٹھ جی اُکتاہٹ سے بولے "مگر حضرت۔ کوئی وجہ بھی آپ کے اس نتیجہ پر پہنچنے کی؟"

آغا صاحب نے جواب دیا۔ خزانہ نکل آیا۔ تو عرض کردوں گا"۔

سیٹھ جی نے پُوچھا "اور اگر نہ نکلا تو؟"

آغا صاحب نے جواب دیا "ذرا سی جگہ کھد جانے سے آپ کا کچھ نقصان نہ ہوگا!

ابا جان بولے "نہ نِکلا تو ملازموں کے سامنے شرمندگی البتہ اُٹھانی پڑے گی"۔

آغا صاحب نے کہا "بہت خوب۔ نوکروں سے یہ جگہ نہ کھدوایئے۔ ایک پھاوڑا مجھے منگوا

دیجئے۔ میں خود کھودے لیتا ہوں"

سیٹھ جی ذرا دیر تو چپکے یوں کھڑے رہے۔ گویا سمجھ میں نہ آتا تھا۔ کہ کیا کریں۔ انہیں جیسے شُبہ سا ہو رہا ہے۔ کہ کہیں آغا صاحب کے دماغ میں کچھ خلل تو نہیں۔ مگر پھر غالباً یہ سوچ کر کہ آغا صاحب کی فرمائش کون سی ایسی لمبی چوڑی ہے۔ اپنے مالی کو آواز دی۔ کہ پھاوڑا لے آئے۔ پھر آغا صاحب سے کہنے لگے" لیجئے صاحب۔ پھاوڑا ابھی آیا جاتا ہے۔ اور زمین کھودنے ڈالا بھی۔ کھدوا دیکھئے زمین"

آغا صاحب پھر مکان کے دروازے میں جا کھڑے ہوئے۔ وہاں سے بڑے ناپ تول سے قدم اُٹھاتے راستے میں ایک جگہ آ کر رُک گئے۔ اور اپنے ارد گرد چھڑی سے گز بھر کے قطر کا ایک دائرہ کھینچ دیا۔ ہم سب چُپ چاپ حیران کھڑے

تھے۔ میں دل میں سوچ رہا تھا۔ کہ آغا صاحب نے رُقعے کے مضمون سے اس جگہ کے متعلق کیا بات معلوم کر لی ہو گی۔ اور کیوں اسی خاص جگہ کو کھُدوانا چاہتے ہیں"۔

اتنے میں مالی پھاوڑا لیے کر آن پہنچا۔ بولا۔ "حُکم؟"

آغا صاحب نے کہا "یہاں زمین پر جو نشان ہم نے بنا دیا ہے۔ اُس کے اندر اندر زمین کھود دو"۔

مالی نے پہلے آغا صاحب کا مُنہ دیکھا۔ پھر سیٹھ جی کا مُنہ تکنے لگا۔ اُس کی سمجھ میں نہ آتا تھا کہ راستے کے نیچے زمین کیوں کھُدوائی جا رہی ہے۔ سیٹھ جی نے اس سے کہا "جو کچھ یہ صاحب کہیں کرتا جا"۔

مالی زمین کھودنے لگا۔ آغا صاحب کی عجیب حالت تھی۔ جوش کے مارے چہرہ تمتمایا ہوا تھا

جوں جوں زمین سے مٹی نکل رہی تھی۔ اُن کی بے کلی بڑھتی جا رہی تھی۔ سیٹھ جی اور ابّا جان بے فکری سے یوں کھڑے تھے۔ جیسے سمجھ چکے تھے۔ کہ یہ کوشش بے نتیجہ اور لاحاصل ہے"۔

گڑھا گہرا ہوتا چلا گیا۔ لیکن کوئی خاص نتیجہ نہ نکلا۔ اکتا کر سیٹھ جی بولے۔ اجی بس کیجے اس کھدائی کو"۔

لیکن آغا صاحب نے جیسے اُن کی بات کو سُنا ہی نہیں۔ ان کی نظریں اور کان پھاوڑے کی چوٹوں پر لگے ہوئے تھے۔

اِدھر سیٹھ جی کی بات ختم ہوئی۔ اُدھر کھن کر کے پھاوڑا کسی چیز سے ٹکرایا!

یہ آواز آتے ہی سب کے کان کھڑے ہوئے اور سب بے تابی سے جھک کر گڑھے کے اندر دیکھنے لگے۔ سیٹھ جی کی یہ کیفیت۔ کہ چہرے پر ایک

Taj Tahir Foundation

رنگ آتا تھا۔ ایک جاتا تھا۔ آغا صاحب نے مالی سے کہا۔ آہستہ آہستہ۔ کوئی برتن ہو تو احتیاط سے باہر نکال لو۔

دیکھتے ہی دیکھتے گڑھے میں سے بھرت کی ایک ہنڈیا برآمد ہو گئی!

مالی ہنڈیا زمین سے نکال کر آغا صاحب کو پکڑا رہا تھا۔ کہ سیٹھ جی بے تابی سے لپکے ہنڈیا مالی کے ہاتھ سے لے کر فوراً اس کا ڈھکنا اٹھایا غور سے اندر جھانکا۔ اطمینان نہ ہوا۔ تو ہاتھ اندر ڈال دیا۔ ہاتھ باہر نکلا۔ تو اس میں چھوٹے بڑے کئی جواہرات جگ مگ جگ مگ کر رہے تھے۔ سیٹھ جی ذرا دیر پھٹی پھٹی آنکھوں سے انہیں تکتے رہے۔ پھر یک لخت ان کی آنکھیں بند ہونے لگیں۔ اور وہ کھڑے کھڑے لڑکھڑا سے گئے۔ بے ہوش کر گرا چاہتے تھے۔ کہ ابا جان نے فوراً

بڑھ کر انہیں سنبھال لیا۔

(۱۴)

بہت دیر کے بعد جب سیٹھ جی کی طبیعت ٹھکانے پر آئی۔ اور وہ بات چیت کرنے لگے۔ تو سب آغا صاحب کی طرف متوجّہ ہوئے۔ ابّا جان بولے۔ آغا صاحب۔ آپ نے تو ہم سب کو ششدر کر رہا ہے کسی طرح میری سمجھ میں نہیں آتا کہ آپ نے رقعے سے اس خزانے کا سراغ کیونکر نکال لیا؟

آغا صاحب چہرے پر شرمیلی مسکراہٹ لئے چپ چاپ بیٹھے تھے۔ سیٹھ جی بولے۔ "پرماتما کے لئے بتائیے۔ کہ جو معمّہ پچاس سال سے کسی سے حل نہ ہو سکا تھا۔ اسے آپ نے ایسی جلدی کیونکر حل کر لیا؟"

آغا صاحب نے کہا۔ "یہ معمّہ تو بہت ہی

آسان تھا۔ میں حیران ہوں۔ کہ پچاس سال میں کوئی اُسے حل کیوں نہ کر سکا!"

سیٹھ جی بولے "میری عقل تو کام کرتی نہیں کہ رُقعے سے اس جگہ کا پتہ لگانا کیونکر ممکن تھا!"

آغا صاحب بولے "سُنئیے۔ رُقعے کی عبارت میں جگہ جگہ "راہ" کا لفظ آتا تھا۔ کہیں "دھرم کی راہ" اور کہیں "ایشور کی راہ" آپ کی زبانی مجھے یہ معلوم ہو چکا تھا کہ آپ کے دادا اتنی بڑی رقم کبھی خیرات نہ کر سکتے تھے۔ اس لئے میں سوچنے لگا۔ کہ اگر ایشور اور دھرم کی راہ سے مُراد خیرات نہیں۔ تو پھر کیا ہے؟ کئی روز تک غور کرنے کے بعد مجھے خیال آیا۔ کہ کہیں اس سے مراد "مندر کا راستہ" نہ ہو۔ مندر کے راستے کو ایشور اور دھرم کی راہ کہنا بالکل صحیح بات ہے۔ چنانچہ کل آپ کے مکان کا پتہ معلوم کر کے

اور یہ اطمینان کرنے کے بعد کہ آپ اپنے پرانے
مکان ہی میں رہتے ہیں۔ میں یہاں آیا۔ اور
اور آپ کے مکان کے ارد گرد پھرتا رہا۔ باہر
ہی سے مجھے نظر آگیا۔ کہ مکان کے پورب میں
باغ ہے۔ باغ کے درختوں کے درمیان ایک
چھوٹے سے مندر کا کلس نظر آرہا تھا۔ اسی وقت
مجھے یقین ہوگیا۔ کہ آپ کے دادا نے اپنا خزانہ
اس مندر کے راستے میں گاڑا ہوگا۔ اب اِس
وقت میں نے مکان کے پوربی حصے کا دروازہ
دیکھا۔ تو اس سے ایک راستہ سیدھا سامنے مندر
کو جاتا تھا۔ بس رُقعے کے اس فقرے کے معنی
صاف ہوگئے: کہ تُم اگر گھر چھوڑ کر ایشور کی سچی
اور سیدھی راہ میں چار قدم بھی چلے۔ تو ایسی
دولت کے مالک بن جاؤ گے۔ کہ ایک دُنیا
تمہاری خوش قسمتی پر رشک کرے گی۔ میں مکان

Taj Tahir Foundation

کے دروازے میں جا کھڑا ہوا۔ اور رُقعے کی ہدایت
کے مطابق مندر کے راستے پر چار قدم چلا۔ جس
جگہ میرا چوتھا قدم پڑا۔ وہاں میں نے اپنے اِرد
گرد چھڑی سے احتیاطاً ایک بڑا دائرہ بنا دیا۔
اور زمین کھُدوا کر خزانہ نکلوا لیا۔

رُقعے کا یہ حل سُن کر ہم سب حیرت کے
مارے بُت بنے ہوئے تھے۔ سیٹھ جی کی تو یہ
حالت تھی۔ کہ پاگلوں کی طرح آغا صاحب کا مُنہ
تک رہے تھے۔ اور مُنہ سے بات نہ نکلتی

ذرا سی دیر بعد آغا صاحب بولے "
اَور بات بھی عرض کر دوں۔ آپ کے دادا بہت
ہی سمجھدار اور دُور اندیش بزرگ تھے۔ مجھے یقین
ہے۔ خزانہ زمین میں گاڑنے سے پہلے اُنہوں
نے رُقعے کا مضمون سوچ لیا تھا۔ انہیں پہلے
ہی سے خیال تھا۔ کہ اگر میں لٹیروں کے ہاتھ

LIBRARY
23
Taj Tahir Foundation